کفارۂ مریض

غضیف بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس وقت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس شخص نے کہا: کیا حال ہے؟ امیر کو اجر ملے۔ اس پر ابوعبیدہ نے کہا کہ تمھیں معلوم ہے تم کو اجر کس بات کا ملتا ہے۔ اس نے کہا کہ جو ناگوار مصائب آتے ہیں اُن پر۔ فرمایا: اجر ملا کرتا ہے اس چیز کا جو اللہ کی راہ میں تم صرف کرتے ہو اور میں صرف کر دیتا ہوں تمھارے لیے جھولی میں جو کچھ ہو حتی کہ گھوڑے تک۔ رہیں یہ تکالیف جو تمہارے جسم کو عائد ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو تمھاری خطاؤں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

اہل کتاب کے ساتھ مکالمے کا اسلوب (۲) آخری

سیرت طیبہ میں اہل کتاب کے ساتھ خصوصاً اور دوسرے ادیان کے پیروکاروں کے ساتھ عموماً دعوت کے لیے آپ علیہ السلام نے مختلف قسم کے طریقے اختیار کیے:

(الف) جنھیں اسلام کی دعوت دینا ہو اُن کے پاس خود چل کر ان کے مقام پر جانا، جیسے بازار میں، ان کے گھروں میں، ملاقاتوں میں یا بیٹھکوں میں خود چل کر جانا۔

(ب) انھیں دارالسلام کی طرف بلانا۔ (ج) قبائلی زعماء یا سرداروں کو خطوط لکھنا۔

(د) جو کفار کے وفود آپ علیہ السلام کی ملاقات کو آتے تھے ان کا استقبال کرنا۔

(ھ) جہاد کے دوران میں انھیں دعوت دینا۔ (و) ان کی اپنی کتابوں سے اسلام کے حق میں دلائل لانا۔

(ز) قرآنِ مجید کی تلاوت سے انھیں دعوت دینا۔

اہل کتاب کے ساتھ دوسرا اسلوب ہے مناظرے اور دلائل سے حق کا اظہار۔ اس کے دو طریقے ہیں:

(الف) قطعی دلائل سے حق کی صداقت ثابت کرنا۔

(ب) حق قبول کرنے میں جو شبہات ہو سکتے تھے ان کا ازالہ کرنا۔

یہ درست ہے کہ قرآنِ مجید میں مناظرے اور جدال کے اسلوب سے ممانعت آئی ہے لیکن یہ ممانعت کسی خاص مناسبت سے ہے۔ دیگر آیات میں مناظرے اور جدال کا حکم مکرر مذکور ہوا ہے، جیسے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۝﴾ [النحل: ۱۲۵]

''اپنے ربّ کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجیے، یقیناً آپ کا ربّ اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے۔''

ممانعت ایسے مناظرے سے ہے جو باطل کے لیے ہو، اور حکم ایسے مناظرے کے لیے ہے جس سے حق ثابت ہوتا ہو۔ جو لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوتے وہ دو طرح سے ہوتے ہیں: ایک صنف وہ ہے جو حق کی تلاش میں سرگرداں ہوتی ہے لیکن ان کا کہیں اطمینان نہیں ہو رہا ہوتا۔ ایسے لوگوں کے لیے دلائل دینے میں نرمی اور حسن سلوک سے کام لینا قرآن کا منشا ہے۔ دوسری قسم کے لوگ معاند اور حق کے دشمن ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے مناظرہ کرنا اور دلائل فراہم کرتے چلے جانا درست نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے ساتھ قتال کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

18 صفر المظفر 1433ھ جمعة المبارک 13 تا 19 جنوری 2012ء

مسلک اہلحدیث کا داعی وترجمان
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
یکے از مطبوعات دارالدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 02 جلد 64

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال 60/- ڈالر امریکی

E-Mail: al.aitisam@gmail.com, dar.ul.dawwa@gmai

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

تلاش

حافظ احمد شاکر

قیام پاکستان کے بعد جب پاکستان کا نظام حکومت زیر بحث آیا تو اس وقت دنیا میں مختلف نظام ہائے حکومت بروئے کار تھے، اشتراکی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام مروّج اور معروف تھے۔ خلافت عثمانیہ کی شکست وریخت کے بعد چھوٹے چھوٹے عرب ممالک زیادہ تر اشتراکی نظام کے خوش کن نعروں اور انہوں نے تخیلات سے مرعوب ومتاثر تھے، بعض مسلمان ممالک میں اگرچہ اسلام حدود وتعزیرات سمیت نافذ تھا لیکن تھے وہ سرمایہ دارانہ نظام کی شاہراہ پر ہی۔ ان کے علاوہ بعض ممالک میں اسلام کہیں تھوڑا کہیں زیادہ روبہ عمل تھا۔

قیامِ پاکستان کا مقصد لیڈروں کا کیا تھا؟ اس کے بارے میں حتمی رائے ایک مختلف فیہ امر ہے، تاہم عوام نے اپنے مقصد کا اظہار اس نعرے میں کر دیا تھا جو وہ پاکستان کا مطالبہ کرتے وقت کر رہے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ۔ اس وقت اجڑنے ولٹنے والوں، قربان ہونے اور قربانیاں دینے والوں کا مقصد چونکہ اسلام ہی تھا، اس لیے قیامِ پاکستان کے بعد عوام نے اسلام ہی کے نفاذ کا مطالبہ نہ صرف کیا جاتا رہا جب کہ تمام سیاسی جماعتیں عوام میں راہ پانے اور مقام بنانے کی خاطر اسلام کے نفاذ کا نعرے بھی لگاتی رہیں اور وعدے بھی کرتی رہیں۔ سیاسی کاوشوں کے نتائج سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کسی سیاستدان کا مقصد ہی نہ تھا، اسلامی جمہوریت، اسلامی سوشلزم یہ سب اصطلاحیں یا نعرے عوامی دباؤ کے تحت ہی ایجاد ہوئے۔ قیامِ پاکستان کی عینی شاہد نسل فطرت کے مطابق دار آخرت کی طرف کوچ کرتی رہی۔ جوں جوں اس نسل کی اکثریت اگلے جہاں سدھارتی رہی یہ نعرہ ماند پڑتا رہا۔ اب چونکہ اس نسل کے بقایاجات کچھ ہی رہ گئے ہوں گے جس بنا پر میدانِ سیاست سے اسلام اور اس کے نفاذ کا وعدہ کم ہوتا ہوتا ناپید ہو چکا ہے جس بنا پر اب کوئی بھی سیاسی جماعت اسلام کا نام لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتی حتی کہ سیاست میں نووارد تحریک انصاف کے قائد کو بھی اسلامی ریاست کی بجائے فلاحی ریاست کی سوجھی یا اسی کا اس کو سبق پڑھایا گیا۔

اسلام بلکہ اسلامی نظام حکومت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مرکب ہے۔ جن ممالک نے ان دونوں ستونوں ...... امر بالمعروف ونہی عن المنکر ...... کو تھامے رکھا۔ یعنی شرعی حدود وتعزیرات کا عملاً اور سرعام نفاذ کیا وہ ممالک معاشی ترقی، جرائم پر گرفت اور امن وامان میں مثالی رہے اور جب سے ان ملکوں میں طاغوت کی عالمی دسیسہ کاری بہ عنوان انسانی حقوق نے سرعام سزائیں موقوف کرا دی ہیں تب سے ان ملکوں میں بھی یہ گراف پھر نیچے سے اوپر جانے لگے ہیں۔ اور جن ممالک نے انسانی معاشرت کے ان دونوں اصولوں کو اہم نہ جانا ان کا نظام آدھا تیتر، آدھا بٹیر رہا وہ ممالک اب تک گومگو کی کیفیت میں رہے وہ اب تک کسی پہلو سے کوئی قابل ذکر کامیابی بھی حاصل نہ کر سکے۔

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جاتا رہا کہ قیام پاکستان کے بعد سیکولر طبقے نے بین المسالک فقہی آراء کو ہوا بنا کر پیش کیا تو اس وقت مختلف فقہی مسالک نے ۳۱ علماء کا ایک پینل بنا کر اسلامی نظام کے متفق علیہ ۲۲ نکات حکومت کو بھیج دیئے۔ لیکن اسلام کا نفاذ حکمرانوں کا نہ اس وقت مطلوب تھا اور نہ اب ہے۔

وطن عزیز میں اب تو ہر مسلک نے اپنی اپنی فقہی آراء کے نام پر سیاست میں دخل اندازی شروع کر دی ہے۔ بلکہ ایک ہی مکتب فکر کے مختلف علماء نما راہ نماؤں نے سیاست کی بہتی گنگا سے ہاتھ دھونے کے لیے ماشاء اللہ وافر مقدار میں مختلف گروپ تشکیل دے دیئے ہیں لیکن کسی زمانے میں صرف جماعت اسلامی ہی ایک مذہبی جماعت تھی جو سیاست کے میدانِ کارزار میں ...... تھی خیمہ زن لیکن کہتی تھی ...... مورچہ زن ہوا کرتی تھی۔ اس دور کے

اراکین اور کارکنان کی محنت اور اخلاص نیت میں کسی کو شک نہ تھا۔لیکن افسوس کہ انہوں نے امر بالمعروف کا اہتمام تو بہت کیا اور انہی بنیادوں پر کارکن تیار بھی کیے لیکن ...... پہلے اور دوسرے درجہ میں ...... نہی عن المنکر چونکہ ان کے منشور میں شاید شامل ہی نہ تھا اس لیے وہ اپنی تمام نیک خواہشات کے باوجود اسلامی انقلاب لانے میں اب تک کامیاب نہ ہوسکے۔ نہی عن المنکر کے متعلق ہم سب کی طرح وہ بھی اضعف الایمان ...... کمزورترین ایمان ...... کے درجے میں رہے۔ وگرنہ جماعت کے پاس جتنا لٹریچر تھا اور جس قدر مخلص افراد کار تھے وہ نہی عن المنکر کی کوئی دوراندیشانہ حکمت عملی جماعت اسلامی طے کرلیتی تو اس کے لیے کوئی مشکل نہ تھا۔ اب زمانہ تاسیس جماعت سے جوں جوں بعد بڑھ رہا ہے بشری کمزوریاں حسب فطرت انسانی اجاگر ہورہی ہیں۔ عین الیقین کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی مذہبی وسیاسی جماعت لٹریچر، تربیت، نظم اور اطاعت میں جماعت کے ہم پلہ نہیں اس کے باوجود جماعت کی کاوشوں کا نتیجہ خیز نہ ہونا؟ ہمارے خیال میں نہی عن المنکر کی حکمت عملی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ خیر بات غیر ضروری طویل ہوگئی مقصد یہ تھا کہ میدانِ سیاست میں برسرپیکار تمام سیاسی جماعتوں میں سے کسی کے منشور میں بھی اسلام بطور نظام حکومت مقصد ہمیں تو نظر نہیں آیا اگر کوئی تلاش کرکے ہمیں مطلع کرے تو ہم شکرگزار ہوں گے۔

ان حالات میں جماعت اسلامی سمیت تمام مختلف فقہی جماعتوں کے سیاسی شعبوں کے غور وفکر کرنے کی بات یہ ہے کہ آیا ان کے نزدیک بھی دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح سیاست صرف مفادات سمیٹنے ہی کا نام ہے؟ فقہی آراء میں اختلاف تو تاریخ کا حصہ ہے اور رہیں گے اسلام تو ایک مذہب ہے کیا تمام مذہبی جماعتوں کی سیاسی شاخوں سے ہم اس بات کی توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ حکام سے اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کریں گے؟ بلکہ ان سے اس راستے کی جدوجہد کا حسن ظن بھی رکھ لیں؟ مذہبی جماعتوں کی خدمت میں یہ خصوصی گزارش اس لیے کی جارہی ہے کہ علماء دین ...... چاہے وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں ...... عنداللہ اس کے یقیناً جوابدہ ہیں اور عندالناس یہ اس کے ذمہ دار ہیں باقی رہی دیگر سیاسی جماعتیں تو ان کی نہ یہ ذمہ داری ہے اور نہ ہی ان جماعتوں نے کبھی اس کو مقصد قرار دیا۔

سسٹم کا بچنا اور مفاہمت جاری رہنی چاہیے:

روزمرہ کی زبان وقت کی ضروریات اپنے دامن میں سمیٹتے ہوئے پروان چڑھتی ہے اور رواج پاجانے والے الفاظ کی تشریح لغت کرتی ہے۔ نئی صدی نے تو خصوصاً بہت سے سیاسی الفاظ ومحاورات ایجاد کیے مثلاً: قومی مفاہمت، وسیع تر قومی مفاد، اعتدال پسندی، جنگجو، دہشت گرد وغیرہ اور جب سے ہمارے سیاستدانوں نے اپنے من کی مراد پالی یعنی جمہوری حکومت ان کو میسر آگئی ہے تب سے سیاسی لغت میں مفاہمت اور سسٹم جیسے الفاظ کا چرچا بہت کیا جارہا ہے ہمیں تو مفاہمت کا معنی ''صبر کر'' اور سسٹم کا معنی ''باری'' سمجھ آتا ہے۔ یعنی مقتدر طبقہ منتظر طبقے سے مفاہمت یوں کررہا ہے کہ ''ذرا صبر کرو اور ہمارا خیال کرو اب ہم آپ کا خیال رکھتے ہیں اور ہماری باری میں آپ ہمارا خیال رکھیں'' اس حکمت عملی کو سسٹم بھی کہا جاتا ہے اور مفاہمت بھی کہا جاتا ہے واقعات وشواہد اس کی تصدیق یوں کرتے ہیں کہ توانائی (گیس، تیل، بجلی) کی قیمتیں مسلسل بڑھ رہی ہیں لیکن ملک وملت کے خادم اور ہمدرد صرف سسٹم بچارہے ہیں۔ بجلی کی لوڈشیڈنگ نے صنعت تباہ کردی ہے لیکن سیاستدان سسٹم بچانے کی فکر میں ہیں ہر روز نئی سے نئی بدعنوانیاں سامنے آرہی ہیں لیکن سسٹم بچانے کی خاطر بدعنوان افراد کو شیلٹر ...... جائے پناہ ...... دیا جارہا ہے، مقتدر اور منتظر طبقات مل بیٹھتے ہیں تو مفاہمت کی گفتگو کا مقصد باہمی معاملات طے پانے کی صورت میں آتا ہے اور اس پر فوراً عمل بھی شروع کردیا جاتا ہے۔ ڈاکے پڑرہے ہیں، شہری لٹ رہے ہیں خود کشیاں کی جارہی ہیں، سٹیل ملز، ریلوے، پی آئی اے تباہ ہورہے ہیں لیکن سسٹم پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے کی تگ ودو مسلسل جاری ہے۔ عدالت عظمی کی حکم عدولی کو معمول بنائے جانے کی کوششوں کو نظرانداز کرکے سسٹم کے پاؤں تلے ''خیال رکھو'' کا سرخ کارپٹ بچھایا اور مفاہمت کے پھول اس سسٹم پر نچھاور کیے جارہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ مقتدر ومنتظر دونوں ہی طبقوں کو عوام کا درد بے چین بھی کیے جارہا ہے۔ **فیا للعجب!**

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾ قسم ہے قرآنِ حکیم کی یا حکمت بھرے قرآن کی قسم۔ ''القرآن'' کے بارے میں ہم ضروری وضاحت تفسیر سورۂ قٓ کی ابتدا میں کر چکے ہیں، شائقین اس کی مراجعت فرمائیں۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ ''وٌ'' قسم کے لیے ہے۔ متکلم یا قسم کھانے والے کے نزدیک جس چیز کی عظمت ہوتی ہے اسی کی وہ قسم کھاتا ہے۔ اس سے قرآنِ مجید کی عظمت عیاں ہوتی ہے۔ اور قسم شہادت کے قائم مقام بھی ہوتی ہے۔ لعان کی صورت میں جو قسمیں اٹھانے کا حکم ہے وہ اسی لیے ہے کہ یہ قسمیں شہادتوں کے قائم مقام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ حکمت بھرا قرآن اس بات کی شہادت کے لیے کافی ہے کہ آپ ﷺ رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔

یہاں قرآنِ پاک کی صفت ''الحکیم'' بیان ہوئی ہے جیسے دوسرے مقامات پر ''القرآن المجید، القرآن العظیم، قرآن مبین، قرآنِ کریم، صفات بیان ہوئی ہیں۔ ایک اور مقام پر یہی صفت ''الحکیم'' ان الفاظ سے ذکر ہوئی ہے:

﴿الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ [یونس: ۱]

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ [لقمان: ۲]

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ﴾

[آلِ عمران: ۵۸]

قرآنِ مجید کے اسماء میں ایک ''الذکر'' بھی ہے اور یہاں اسی کے ساتھ یہ صفت ''الحکیم'' بیان ہوئی ہے۔

''الحکیم'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بھی صفت ہے۔ کہا جاتا ہے:

"فعل الحكيم أو قول الحكيم لا يخلوا عن الحكمة."

''حکیم کا فعل یا قول حکیم حکمت سے خالی نہیں۔''

اس لیے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بھی حکمت سے خالی نہیں۔

﴿الحکیم﴾ بعض نے کہا ہے کہ یہ فعیل بمعنی فاعل ہے یعنی ''حکیم'' بمعنی حاکم، قاضی، حکم اور فیصلہ کرنے والا۔ زجاج نے کہا: ہے ''حکم'' کے اصل معنی منع کرنا اور روکنا ہے۔ حاکم کو بھی حاکم اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ فریقین کو باہم ظلم وزیادتی سے روکتا ہے۔ بعض نے ''الحکیم'' مفعل کے معنی میں لیا ہے یعنی وہ جو اشیاء کو مضبوط اور پختہ کرنے والا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ''الحکیم'' سے مراد علم وحکمت والا ہے، اور حکمت کے معنی ہیں افضل ترین علوم سے افضل اور بہترین کو جاننا و پہچاننا۔ (النهاية لابن الأثير وغيره)

علامہ راغب ''المفردات'' میں فرماتے ہیں کہ ''الحکمۃ''، علم وفہم کے ذریعے حق بات کو دریافت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت چیزوں کو جاننا اور انھیں با کمال خوبی پیدا کرنا ہے اور انسانوں کی حکمت موجودات کو جاننا اور اچھی باتوں کا کرنا ہے۔ علامہ جوہری نے ''الصحاح'' میں کہا ہے:

"الحكمة من العلم والحكيم العالم وصاحب الحكمة والحكيم المتقن للأمور."

(الصحاح: ۲/۴۷۶)

''حکمت علم ہے اور حکیم عالم ہے اور حکمت والا اور حکیم وہ ہے جو معاملات کو بحسن وخوبی سرانجام دیتا ہے۔''

علامہ ابن حبان اندلسی نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک فرماتے ہیں:

”الحكمة الفقه في الدين، والفهم الذي هو سجية ونور من الله تعالیٰ.“

”حکمت، دین میں سمجھ اور فہم کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ایک فطری ملکہ اور نور ہے۔“

امام مجاہد فرماتے ہیں: حکمت، قرآن کا فہم ہے۔ مقاتل کہتے ہیں حکمت علم اور اس کے مطابق عمل کا نام ہے۔ ائمہ لغت اور مفسرین کے مندرجہ بالا اور اسی نوعیت کے دیگر اقوال نقل کر کے سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”حکمت عقل وفہم کی اس کامل ترین حقیقت کا نام ہے جس سے صحیح وغلط، صواب وخطا، حق وباطل اور خیر وشر کے درمیان تمیز اور فیصلہ بذریعہ غور وفکر، دلیل وبرہان اور تجربہ واستقراء کے نہیں بلکہ منکشفانہ طور پر ہوجاتا ہے اور اس کے مطابق صاحب حکمت کا عمل بھی ہوتا ہے۔“

(سیرت النبی: ۴/۹۱)

گویا ”حکمت“ وسیع مطالعے کا ثمرہ نہیں بلکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عطیہ اور موہبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے جس سے وہ اپنے بندوں کو سرفراز فرماتے ہیں، چنانچہ آل ابراہیم پر اپنے احسانات کے حوالے سے فرمایا ہے:

﴿فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا۝﴾ [النساء: ٥٤]

”تو ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بڑی سلطنت عطا فرمائی۔“

حضرت داود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۝﴾

[ص: ٢٠]

”اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی اور اسے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو عطا فرمائی۔“

حضرت لقمان کے بارے میں بھی فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾

[لقمان: ١٢]

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر کر۔“

ان کی حکمت کی باتوں کا بیان قرآنِ مجید اور آثار میں موجود ہے جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ یہ اور اسی موضوع کی دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ”حکمت“ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے، یہ وسعت علم اور علمی کدوکاوش کا نتیجہ نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے سیرت النبی (۴/ ۸۷-۹۵) ملاحظہ ہو۔

قرآنِ مجید اس لیے ”حکیم“ ہے کہ اس کی آیات اور اس کے فیصلے محکم اور قطعی ہیں۔ نہ اس میں لفظی خامیاں ہیں، نہ ہی معنوی۔ وہ لوگوں کی زندگی کا صحیح صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے اوامر ونواہی حکمت ودانائی پر مبنی ہیں۔ اس کے وعدے اور وعید، اس کے قصص وواقعات میں بھی حکمت ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کے دو رکوعوں میں آداب واخلاق، حسن معاملہ، مال وجان کی حرمت، فواحش سے اجتناب اور مالی معاملات کے ضوابط بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:

﴿ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰۤى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾

[بني إسرائيل: ٣٩]

”یہ اس میں سے ہے جو تیرے ربّ نے حکمت میں سے تیری طرف وحی کی۔“

قرآنِ پاک کی صفت ”الحکیم“ ذکر کر کے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قرآنِ مجید کا اعجاز فصاحت وبلاغت ہی میں نہیں، اس کے حکیمانہ فیصلے بھی معجزے ہیں، اسی میں انسانوں کے ہر دکھ کا مداوا اور ہر درد کا درماں ہے، اسی کے بارے ارشاد فرمایا:

﴿لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ﴾ [حٰمٓ سجدہ: ٤٢]

”اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس

کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

کامل حکمت بس اسی کتاب کا خاصہ ہے:

﴿وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ٥ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ٥﴾ [القمر: ٤،٥]

''اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں جن میں باز آنے کا سامان ہے۔ کامل دانائی کی بات ہے، پھر (بھی) ڈرانے والی چیزیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔''

قرآنِ مجید میں حدود وقصاص اور میراث وغیرہ کے احکام بیان کرتے ہوئے عموماً اللہ کی صفت ''علیم'' و''حکیم'' کا ذکر بھی اسی بنا پر ہے کہ اس کے یہ فیصلے پورے علم اور کامل حکمت پر مبنی ہیں، چنانچہ سورۃ النساء میں وراثت کے احکام ومسائل بیان کرتے ہوئے پہلی آیت کے اختتام پر فرمایا:

﴿فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [النساء: ١١]

''یہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حصے ہیں، بے شک اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔''

اسی طرح محرمات کا ذکر کرتے ہوئے پہلے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [النساء: ٢٤]

''بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔''

مزید اسی مسئلے کی وضاحت کے بعد فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٥﴾ [النساء: ٢٦]

''اللہ چاہتا ہے کہ تمھارے لیے کھول کر بیان کرے اور تمھیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے اور تم پر مہربانی فرمائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔''

اسی سورۃ النساء میں قتل خطا کی دیت وفدیہ کے احکام بیان کرتے ہوئے بھی یہی فرمایا:

﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ٥﴾ [النساء: ٩٢]

''اور اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔''

میاں بیوی کے مابین نزاع واختلاف اور ان سے متعلقہ ہدایات کے بعد بالآخر فرمایا:

﴿وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ٥﴾ [النساء: ١٣٠]

''اور اللہ ہمیشہ سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے۔''

یہ اور اسی نوعیت کے دیگر احکام کے بیان میں بطور خاص جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت ''الحکیم'' بیان ہوئی ہے، اس میں یہی اشارہ ہے کہ انسانوں کی ہر ضرورت ومصلحت کا اسے خوب علم ہے۔ اس نے اپنی حکمت کاملہ سے ایسے احکام وضع کیے ہیں جن میں انسانوں کی تمام ضروریات کا پورا پورا لحاظ ہے۔



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: كيف أصبحت؟

کسی سے پوچھنا کس حال میں صبح ہوئی؟

١١٦٢ . عن محمود بن لبيد قال: لما أصيب أكحل سعد يوم الخندق فثقل، حولوه عند امرأة يقال لها: رفيدة، وكانت تداوي الجرحى، فكان النبي ﷺ إذا مر به يقول: ((كيف أمسيت؟)) وإذا أصبح: ((كيف أصبحت؟)) فيخبره . (صحيح)

محمود بن لبید فرماتے ہیں: غزوۂ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رگ کٹ گئی تھی۔ اس تکلیف کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہوگئی۔ ان کو ایک عورت، جس کا نام رفیدہ تھا، کے ہاں منتقل کردیا۔ وہ زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب وہاں سے گزرتے تو پوچھتے: "آج شام کیسی گزری؟" اور صبح کو تشریف لے جاتے تو پوچھتے: "تمھاری صبح کس حال میں ہوئی؟" پھر وہ اپنا حال بیان کرتے۔

١١٦٣ . أخبر ابن عباس أن علي بن أبي طالب رضي الله عنه خرج من عند رسول الله ﷺ في وجعه الذي توفي فيه، فقال الناس: يا أبا الحسن! كيف أصبح رسول الله ﷺ؟ قال: أصبح بحمد الله بارئا، قال: فأخذ عباسُ بن عبد المطلب بيده، فقال: أرأيتك فأنت والله بعد ثلاث عبد العصا، وإني والله لأرى رسول الله ﷺ سوف يتوفى في مرضه هذا، إني أعرف وجوه بني عبد المطلب عند الموت، فاذهب بنا إلى رسول الله ﷺ فلنسأله فيمن هذا الأمر؟ فإن كان فينا علمنا ذلك، وإن كان في غيرنا كلمناه فأوصى بنا، فقال علي: إنا والله إن سألناه فمنعناها لا يعطيناها الناس بعده أبدا، وإني والله لا أسألها رسول الله أبدا . (صحيح البخاري)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے پاس سے ہوکر باہر نکلے اس بیماری کے زمانے میں جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ نے کس حال میں صبح کی ہے؟ انھوں نے کہا: الحمد للہ، آج طبیعت اچھی ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر کہا: کیا تم کو خبر ہے، اللہ کی قسم، تین دن کے بعد تم لاٹھی کے بندے بن جاؤ گے، یعنی ماتحت ہوجاؤ گے۔ واللہ، میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب اسی بیماری میں وفات پا جائیں گے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ موت کے وقت بنی عبدالمطلب کے چہرے کیسے ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو، ہم آپ ﷺ سے پوچھیں

گے کہ آپ ﷺ کے بعد سربراہ خلیفہ کون ہوگا؟ اگر ہم میں سے کوئی ہوگا تو ہمیں معلوم ہوجائے گا اور اگر ہمارے علاوہ کوئی اور ہوگا تو آپ ﷺ سے بات کریں گے کہ آپ ﷺ ہمارے بارے میں وصیت کردیں گے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ، اگر ہم نے سوال کیا اور آپ ﷺ ہم کو روک دیں تو پھر کبھی بھی لوگ یہ منصب ہمیں نہیں دیں گے، لہٰذا میں تو کبھی بھی اس سلسلے میں آپ ﷺ سے بات نہیں کروں گا۔''

باب: من كتب آخر الكتاب: السلام عليكم ورحمة الله وكتب فلان ابن فلان لعشر بقين من الشهر

خط کے آخر میں سلام، خط لکھنے والے کا نام اور تاریخ لکھنا

١١٦٤ . أخذ أبو الزناد هذه الرسالة من خارجة بن زيد ومن كبراء آل زيد: بسم الله الرحمن الرحيم، لعبد الله معاوية أمير المؤمنين من زيد بن ثابت، سلام عليك أمير المؤمنين ورحمة الله، فإني أحمد إليك الذي لا إله إلا هو، أما بعد: فإنك تسألني عن ميراث الجد والإخوة. فذكر الرسالة. ونسأل الله الهدى والحفظ والتثبت في أمرنا كله، ونعوذ بالله أن نضل أو نجهل أو نكلف ما ليس لنا بعلم، والسلام عليك أمير المؤمنين ورحمة الله وبركاته ومغفرته. وكتب وهيب يوم الخميس لثنتي عشرة بقيت من رمضان سنة اثنتين وأربعين. (حسن الإسناد)

''ابوالزناد نے یہ خط خارجہ بن زید اور آل زید کے بزرگوں سے حاصل کیا جو زید بن ثابت نے حضرت معاویہ کو لکھا تھا: ''اللہ کے بندے امیر المومنین معاویہ کی طرف زید بن ثابت کی طرف سے۔ امیر المومنین! آپ پر اللہ کی طرف سے سلام اور رحمت ہو۔ میں آپ کی خدمت میں اللہ کی حمد وثنا کا تحفہ پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اما بعد۔ آپ نے مجھ سے دادا اور بھائیوں کی وراثت کے متعلق سوال کیا ہے۔'' اس کے بعد پورے خط کا ذکر کیا اور پھر آخر میں یہ لکھا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ہدایت وحفاظت اور تمام امور میں ثابت قدم رہنے کی توفیق مانگتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں گمراہی سے، جہالت سے اور ایسی باتوں سے جن کا ہم کو علم نہ ہو۔ اور سلام ہو آپ پر اے میر المومنین! اور اس کی رحمت ہو اور اس کی برکت اور اس کی مغفرت ہو۔ یہ خط وہیب نے جمعرات کے دن لکھا جب کہ رمضان المبارک ۴۲ھ کے بارہ دن باقی رہ گئے تھے۔''

یعنی حضرت زید بن ثابت نے یہ خط وہیب کے ہاتھ سے لکھوا کر ارسال کیا تھا۔

باب: كيف أنت؟

پوچھنا کہ تمھارا کیا حال ہے؟

١١٦٥ . عن أنس بن مالك، أنه سمع عمر بن الخطاب رضي الله عنه، وسلم عليه رجل فرد السلام، ثم سأل عمر الرجل: كيف أنت؟ فقال: أحمد الله إليك، فقال عمر: هذا الذي أردت منك. (صحيح موقوفا)

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، انھوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سنا کہ ایک آدمی نے ان کو سلام کہا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور اس آدمی سے پوچھا: تمھارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: میں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی بات میں آپ سے چاہتا تھا۔''



(۲)

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

تدریسی، تبلیغی اور علمی میدان میں اہل حدیث کا تفوق انھیں کس قدر عزیز اور مطلوب تھا، اداریے کی چند سطروں میں آپ اس کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی جماعت کی تنظیم وہ کس قدر ضروری جانتے تھے، یہ گوجرانوالہ کانفرنس کی روئیداد کے تذکرے سے عیاں ہے۔ عالمی سیاست میں ان کی رائے یہ تھی کہ دنیا میں اسلام اور عیسائیت ہی دو متحارب قوتیں ہیں۔ عالمی سیاسی حرکات، تحریکات، تنازعات اور مناقشات کو وہ اسی زاویے سے دیکھتے، ان کا تجزیہ کرتے اور ان کی غمی خوشی کا اظہار اسی نہج سے ہوتا تھا۔ مصر میں نہر سویز جنگ کے نتائج بتاتے ہوئے ان کے قلم سے محبت کے زمزمے رواں میں ملاحظہ فرمائیں۔ (احمد شاکر)

(۲)

اللہ عزوجل نے مجلّہ ''رحیق'' کو توقع سے زیادہ قبول فی الارض کے شرف سے نوازا، اصحاب علم وذوق نے اسے خوش آمدید کہا، صحافتی حلقوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور جماعت اہل حدیث کے پریس میں اسے ایک اچھا اضافہ قرار دیا گیا۔

اشاعت اسلام، تبلیغ واقامت دین اور ترویج علوم عربیہ کے جتنے شعبے ہیں جس طرح ان سب میں جماعت اہل حدیث نے نمایاں حصہ لیا ہے بلکہ بعض شعبوں میں وہ منفرد اور ممتاز ہے، اسی طرح بہ اعتبار جرائد ورسائل بھی قابل قدر اور وقیع خدمات سرانجام دی ہیں۔ اخبار ''اہل حدیث'' تو کل کی بات ہے، پیہم نصف صدی تک جس کا نقارہ بجا، پھر حضرت علامہ جناب مولانا سیّد محمد داود صاحب مدظلہ العالی (اور اب رحمہ اللہ) کا ہفت روزہ اخبار ''توحید'' جو ''الہلال'' کی شان کے ساتھ نکلا جس نے تھوڑے دنوں ہی میں بلند مقام حاصل کرلیا تھا۔ اس کے مقالات علمی مباحث، تبصرے، فتاویٰ سب ہی اعلیٰ معیار کے ہوا کرتے تھے۔ اے کاش کہ مولانا موصوف اس کو جاری رکھ سکتے تو جماعت کے علمی وقار میں بہت اچھی نوعیت کا اضافہ ہوتا۔ مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی کا ''اشاعۃ السنۃ'' بھی بلند پایہ علمی ماہنامہ تھا جس نے موجودہ دینی فتنوں اور ان کے وسائس وشبہات سے متعلق آج سے سالہا سال قبل مباحث تحقیق رقم فرمائے تھے اور جن کی ضرورت آج بھی ویسے ہی ہے جیسے اس وقت تھی۔

اب یہ ہمارا دور ہے۔ جو فضا ہے، وہ سب کو معلوم ہے۔ ''رحیق'' کی چاہت ہے کہ بغوائے ''فبهداهم اقتده'' اسلام ومسلک حدیث کی کچھ خدمت کرے لیکن نظر بہ اسباب یہ اسی وقت ممکن ہے جب اربابِ علم وقلم اس کی سرپرستی فرمائیں، اس کا معیار بلند کرنے کے لیے مشوروں سے نوازیں۔ وقت کے اہم علمی مباحث پر قلم اٹھائیں، اور اس کی اشاعت بڑھانے کی طرف خاص توجہ دیں۔ اور یہ کسے معلوم نہیں کہ اچھے معیار کا رسالہ خاص علمی ومالی تعاون کے بغیر مشکل ہی سے جاری رہ سکتا ہے۔

تقسیم کے بعد مغربی پاکستان کی جماعت اہل حدیث نے جو نئی تنظیمی کروٹ لی ہے، اس کا عنوان ہے ''مرکزی جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان'' اس کی بدولت جہاں اندرونی طور پر جماعت میں تنظیمی روح پیدا ہوگئی ہے، وہاں خارجی اعتبار سے ملک میں بحیثیت منظّم جماعت اہل حدیث کا وقار قائم ہوگیا۔ والحمد لله علی ذلك.

اکتوبر میں مرکزی جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان کا چوتھا سالانہ اجتماع گوجرانوالہ میں منعقد ہوا جو حاضری کے اعتبار سے خاصہ با رونق، نتائج کے لحاظ سے مؤثر اور فیصلوں کے اعتبار سے وقیع تھا۔

مرکزی جمعیۃ کے دستور کے مطابق کل مغربی پاکستان جماعت

اہل حدیث کے منتخب شدہ اراکین شوریٰ کے متعدد اجلاس بھی ہوئے جن میں اکثر معاملات متفقہ طے ہوئے۔ ان ہی دوسو سے زائد منتخب ارکانِ شوریٰ نے بدستور سابق، متفقہ طور پر حضرت مولانا سیّد محمد داود صاحب غزنوی مدظلہ العالی (اور اب رحمۃ اللہ) کو صدر مرکزی جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان اور جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب آف گوجرانوالہ کو ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان منتخب کیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جماعت میں نئی تنظیمی بیداری ان ہی دو بزرگوں کے تدبر، مسلسل محنت، شب وروز کے انہاک اور تگ ودو کی مرہونِ منت ہے۔

گزشتہ دومہینوں میں اہم عالمی حادثہ یہ ہوا کہ مشرق وسطیٰ میں قرون وسطیٰ کی صلیبی لڑائیوں کی تاریخ نے اعادہ کیا۔ یعنی یورپ کے عیسائیوں نے برطانیہ وفرانس کے عنوان سے مصر کی نہر سویز غصب کرنے کے لیے مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ اسباب چاہے کچھ ہوں، قدرِ مشترک یہ ہے کہ گیارھویں بارھویں صدی عیسوی میں حملے کا باعث اور بیسوی صدی میں یورش کی وجہ یہی ہے کہ عیسائیوں کے اعصاب پر مسلمان بطور ہوے کے سوار ہیں اور ان کی ذراسی بیداری سے ان پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔

اللہ کی شان ہے کہ اس گئی گزری حالت میں بھی اسلام سے عمومی انتساب میں بھی کتنی برکت ہے کہ اسلام وعیسائیت کی اس ''خالص قومی جنگ'' میں صرف مصری مسلمانوں نے مسیحی خونخوار حملہ آوروں کے چند دنوں میں چھکے چھڑا دیئے۔ تا آں کہ وہ چند ہفتوں ہی میں ''شاندار پسپائی'' پر مجبور ہوگئے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر مسلمان سب کام بھی اسلام کے کرنے پر مستعد وعامل ہوجائیں تو کتنی نعمہائے الٰہی کے مورد بن سکتے ہیں۔ انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

(جلد:۱، شمارہ:۴۔ جنوری ۱۹۵۶ء)

یہ اداریہ ان کے ان جذبات کا عکاس ہے جو ان کے حاصل حیات تھے۔ عام جماعتی احباب کے لیے ''الاعتصام'' کا اجرا، اصحاب علم تک محدثین کی تعلیمات پہنچانے کے لیے ''المکتبۃ السّلفیۃ'' کا قیام، پھر علم ومطالعہ کے شائقین کو الحاد وجدیدیت کی دسیسہ کاریوں سے مطلع کرنے اور ان سازشوں کے تدارک کی طرف توجہ دلانے کی اہمیت جانتے ہوئے انھوں نے ماہنامہ ''رحیق'' کا اجرا کیا تھا۔ یہ وہی جذبہ ہے جو زندگی کے آخری دنوں میں دارالدعوۃ السّلفیہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوگیا تھا، اور اسی خواہش وتمنا کے تحت انھوں نے ۱۹۸۰ء میں زندگی کا اندوختہ، یعنی ذاتی کتب خانہ، جماعت اہل حدیث کے نام وقف کردیا تھا۔ بجھی ہوئی راکھ سے ان کے جذبات کی سلگتی چنگاریاں ملاحظہ فرمائیں۔ (احمد شاکر)

(۳)

حق جل شانہ کے تکوینی تصرفات بھی عجیب ہیں۔ اپنے دین، جو قرآن وحدیث سے عبارت ہے، کی حفاظت کے کیسے کیسے سامان پیدا کرتا ہے۔

غیر منقسم ہندوستان میں جب عیسائی مشنریوں کے تتبع اور اسلام کی ترقی، نیز مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی مردم شماری سے بوکھلا کر آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند آنجہانی اور اس کی ذریت سے قرآنِ حکیم اور سیرت طیبہ محمدیہ علی صاحبھا ألف ألف صلوٰۃ وتحیۃ پر ناپاک حملوں اور الزام تراشیوں کی وسیع مہم شروع کردی تو اس ''شر'' سے اللہ تعالیٰ نے ''خیر'' کا پہلو یوں پیدا کردیا کہ مسلمانوں کی توجہ قرآنِ پاک، اس کی تعلیمات، آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور اس کے مثالی نتائج وثمرات کی تبلیغ واشاعت کی طرف کرا دی گئی اور ربع صدی کی قلیل مدت میں اردو زبان قرآن وسیرت نبویہ سے متعلق لٹریچر سے مالا مال نظر آنے لگی۔ علمائے کرام نے اعلیٰ، متوسط اور ابتدائی ہر طرح کی استعداد کے مطابق اس سلسلے کا عظیم ذخیرہ فراہم کردیا۔

بس قرآنی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے صحیح حالات کا عام ہونا تھا کہ افسانہ طرازیوں کا وہ طوفان خس

وخاشاک کی طرح بہہ گیا۔ اور اب یہ حال ہے کہ قرآن، اس کی تفسیر اور سیرت نبوی سے متعلقہ کتابیں لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر نور دیدہ اہل بصیرت ہو رہی ہیں اور معترضین ومعاندین کے ''حشرات الارض'' میدان سے غائب ہو گئے اور اس قرآنی مثل کی صداقت ظاہر ہوئی:

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ﴾

[الرعد: ۱۷]

''پھر جو جھاگ ہے وہ تو یوں ہی جاتا رہتا ہے، اور جو لوگوں کو فائدہ دیتا ہے سو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے، اللہ یوں مثالیں بیان کرتا ہے۔''

کچھ ایسا ہی معاملہ سیرت نبویہ کے ماخذ حدیث پاک کو پیش آیا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ایک نہایت ہی قلیل گروہ نے محسوس کیا کہ اس نومولود ملک میں سیاسیات، اقتصادیات اور معاشرے کو اخلاقی ضابطوں سے آزاد رکھنے میں سب سے زیادہ مانع احادیث ہیں۔ اس ''کانٹے'' کو راستے سے ہٹانے کے لیے پورے زور سے مختلف عنوانوں سے اس کی مخالفت شروع کر دی اور یہ ٹھان لیا کہ (خاکم بدہن) اس ملک سے حدیث کا نام ونشاں مٹا کر ہی دم لیں گے......!

اور یہ عجیب بات ہے کہ حدیث پاک پر نکتہ چینی کی تکنیک بھی وہی ہے جو آریوں کی قرآن وسیرت میں (معاذ اللہ) کیڑے نکالنے کی تھی۔ وہی حق وباطل کی آمیزش وہی زبان، وہی افسانہ طرازی وجعل سازی۔ تشابهت قلوبهم

اِدھر اللہ تعالیٰ نے انتظام یہ فرمایا کہ جوں جوں حدیث شریف اور حدیث کی کتابوں پر غلط صحیح اعتراضات واشکالات زور پکڑتے گئے، اسی نسبت سے اصحاب علم وذوق اور عام مسلمانوں کی توجہ احادیث کے مطالعہ اور کتب حدیث کی طباعت واشاعت کی طرف بیش از بیش ہوتی چلی گئی۔ اور صورت حال اب یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی طرح حدیثوں کے بھی جا بجا درس جاری ہیں۔ پرانے مجموعہ ہائے کتب احادیث ترجمے کے ساتھ جدید انداز اور نئے نئے عنوانوں سے طبع ہو رہے ہیں اور عصر حاضر کی ضرورتوں کے مطابق نئے نئے مجموعے تدوین پا رہے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ''اپنی دکانوں'' کو فروغ دینے کے لیے حدیث کے خلاف زہر چکانی کرنے والے ادارے بھی احادیث سے اپنے لیے تعاون لینے پر مجبور ہو رہے ہیں کیونکہ ؏

بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

الحمد للہ کہ احادیث شریفہ کے براہِ راست مطالعہ سے ان تمام فریب کاریوں کے پردے چاک ہو رہے ہیں جو لادینی نظام چاہنے والا یہ فرقہ پھیلا رہا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات میں، جنھیں محدثین نے صحیح ومستند واسطوں سے نقل وضبط کر دیا ہے، وہ اثر وبرکت ہے کہ ہوای وہوس سے خالی ذہن وقلوب اس کے مطالعہ وقراءت سے ضرور متأثر ہوتے اور اس سے ہدایت وراہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ الفاظ نبوی کا مطالعہ ہو، تراجم سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو مطلوب ہے۔

ان رحمانی تصرفات سے یہ شرذمہ قلیلہ اب سراسیمہ ہے اور اپنی ناکامی محسوس کر رہا ہے، چنانچہ مسٹر غلام احمد پرویز نے نومبر ۱۹۵۶ء کو لاہور میں اپنے چند ہم خیال اکٹھے کر کے اس کو ''طلوعِ اسلام کنونشن'' کا نام دیا اور اس میں اپنی قلت اور بیچارگی پر آنسو بہائے اور عوام پر علماء اور احادیث کے بڑھتے ہوئے اثرات پر اظہارِ تشویش کیا۔ اس ''کنونشن'' میں غور وخوض کے بعد قرار پایا کہ ''کامیابی'' سے ہمکنار ہونے کے لیے منظم ہو کر اس مہم انکار حدیث کی تحریک کو چلانا ضروری ہے! اور یہ کہ اس نظریہ کو دیہاتی عوام تک پہنچایا جائے:

﴿اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ﴾

[الأنعام: ۱۲۱]

ضرورت ہے کہ حدیث پاک کو حجت دینی قرار دینے والے لوگ، جو بحمد اللہ بڑی اکثریت میں ہیں، کسی مقام پر سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس ''کلمة سواء'' پر متفق ہو کر ان لادینی مساعی کا بھرپور مقابلہ کرنے کی

تجاویز سامنے لائیں، پھران پر عمل کرنے کا عزم کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ حق والوں کی تھوڑی سی سعی میں بھی، بشرطیکہ سعی ہو، ضرور وہ بہت زیادہ برکت دیتا ہے اور حق کے مقابلے میں باطل بہت جلد ہزیمت کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ [الأنبياء: ١٨]

اب تک کی مساعی زیادہ تر انفرادی نوعیت کی رہی ہیں جو اپنے ثمرات کے اعتبار سے کامیاب ثابت ہوئیں۔ اب جب کہ شیطانی طاقتیں مجتمع ہو کر سامنے آ رہی ہیں تو رحمانی جیوش کو بھی اجتماعی طور پر ان کا توڑ کرنا چاہیے:

﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ [الأنفال: ٤٢]

پاکستان بننے کے بعد عام طور پر انکار حدیث کی تحریک کو چلانے میں کراچی کے ادارہ ''طلوعِ اسلام'' بیچارہ اکیلا ہی تھا۔ مگر ادھر چند سال سے اس کو لاہور میں ایک بہتر معاون مل گیا ہے تعجب ہے، جس کو حکومت پاکستان کی مالی سرپرستی بھی حاصل ہے اور وہ ہے ''ادارۂ ثقافت اسلامیہ''۔

یہ ادارہ تحقیق اور ریسرچ کے نام پر ایسی ''ثقافت'' اور کلچر کو وجود میں لانے کی کوشش میں مصروف ہے جس میں حدیث کے انکار کے ساتھ ساتھ اسلامی عقائد میں شرک، اعمالِ شرعیہ سے بے اعتنائی اور ''طاؤس ورباب'' قسم کی اباحیت کو فروغ حاصل ہو۔

ہمیں تسلیم ہے کہ اس ادارہ سے بعض مفید کتابیں بھی شائع ہوتی ہیں اور اس کے سارے مصنّفین حدیث کے منکر نہیں۔ مگر یہ حقیقت بھی ماننی پڑے گی کہ دام ہمرنگ زمین کے مضرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اُس بناء پر ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ ادارہ زیادہ خطرناک ہے اور ''إثمهما أكبر من نفعهما'' کا مصداق!

(جلد:۱، شمارہ:۲،۳۔ دسمبر ۱۹۵۶ء)



مقالہ علمیہ

قسط نمبر (۳) آخری

انبیائے کرام علیہم السلام وصحابہ عظام رضی اللہ عنہم پر مبنی فلموں وتصاویر کی شرعی حیثیت

حافظ ریاض احمد عاقب اثری

۴۔ تشکیکات وتلبیسات کا پہلو:

ان فلموں کے مفاسد ونقصان دہ پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انبیاء ورسل کی تماثیل وتصاویر سے شکوک وشبہات کا دروازہ کھلتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان فلموں میں انبیاء کرام ورسل عظام علیہم السلام کی طرف ایسے ایسے واقعات وحوادث منسوب کر دیے گئے ہیں جن کا ان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سے ناظرین حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سابقہ رسولوں کے حوالے سے فرمایا ہے:

﴿وَ رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَ رُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ﴾ [النساء: ١٦٤]

”اور آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کے قصے ہم نے آپ سے بیان کیے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں کیے۔“

اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات اور احوالِ زیست قرآن مجید میں اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں ان کی تعداد ۲۵ ہے۔ ان انبیاء ورسل علیہم السلام کے احوال بیان کرنے کے مقاصد میں ایک مقصد تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا تھا، اور دوسرا مقصد اربابِ عقل ودانش کے لیے عبرت ونصیحت کا سامان ہے جیسا کہ فرمان ربانی ہے:

﴿لَقَدۡ كَانَ فِيۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ﴾ [یوسف: ١١١]

”ان کے قصص میں اربابِ عقل کے لیے یقیناً عبرت ہے۔“

ان انبیاء ورسل علیہم السلام کے واقعات کا مقصد اصلاحِ احوال تھا تا کہ مخاطبین اپنی اصلاح وتربیت کر لیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے سوا باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت وواقعات مکمل طور پر محفوظ نہیں۔ قرآنِ مجید نے جتنا ان انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے ہمیں آگاہ کیا ہے یا احادیث نبویہ میں ان کے احوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائے ہیں ان پر ہمارا مکمل یقین ہے۔ باقی تاریخی کتب یا اسرائیلی روایات میں جن انبیاء ورسل علیہم السلام کے تذکرے موجود ہیں ان کے بارے ہم بالجزم صحت کا حکم نہیں لگا سکتے۔ اس حقیقت کے باوجود حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام پر جو فلمیں منظر عام پر لائی جا رہی ہیں ان میں اکثر واغلب واقعات خود ساختہ ہیں۔ یہ واقعات واحوال حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی اصل زندگی کے بارے شکوک شبہات پیدا کرنے والے ہیں، لہٰذا ایسے رطب ویابس اور غث وسمین سے لبریز واقعات واحوال کو انبیاء ورسل علیہم السلام کی طرف منسوب کرنا حرام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ١٦٩١)

لہٰذا ایسی فلمیں بنانے والے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ انھیں اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

۵۔ مسلمہ عقائد میں دسیسہ کاری:

ایسی فلمیں جو یہود ونصاریٰ اور ان کے گماشتوں نے بنائی ہیں ان میں انھوں نے ایسے عقائد باطلہ داخل کر دیے ہیں جن کی قرآن

وسنت نے تردید کی ہے، مثلاً سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام پر جو فلم بنائی گئی ہے اس میں سولی پر چڑھنے کا اثبات سراسر قرآن وسنت کے مخالف ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾

[النساء:۱۵۷]

''حالانکہ انھوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو قتل کیا ہے، نہ ہی سولی پر چڑھایا ہے بلکہ ان کے لیے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔''

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہودی سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے یا سولی پر چڑھانے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھا لیا تھا، قربِ قیامت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا جیسا کہ نصوص صحیحہ سے ثابت ہے۔

اس عقیدے کے علاوہ ان فلموں میں ان حضرات نے اپنے عقائد باطلہ کا اظہار بھی کیا ہے۔

اسی طرح جو فلمیں سیّدنا علی مرتضیٰ اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما پر سبائی گروہ نے بنائی ہیں ان فلموں میں ان ملحدین کے کفریہ عقائد وباطل نظریات کی بھرمار ہے۔ انھوں نے سانحۂ کربلا افسانوی شکل میں پیش کرکے اس میں مبالغہ آرائی اور رنگ آمیزی سے کام لیا ہے اور اصل حقائق کو پس پردہ رہنے دیا ہے۔ ان فلموں کو دیکھ کر جاہل حضرات ان کے ہمنوا بن رہے ہیں۔ ان کفریہ عقائد کی نشر واشاعت کے خلاف اربابِ حق وصداقت خاموش کیوں ہیں!

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فلمیں تیار کی گئی ہیں۔ ان میں ایسے ایسے وقائع وحوادث کا بیان ہے جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ ان سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین وتنقیص ظاہر ہوتی ہے۔ اس قدسی جماعت کے خلاف اہل الحاد کی اس جسارت کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہاں اربابِ علم وفضل واہل حق ووفا کے قلم ساکن اور زبانیں گنگ کیوں ہیں!

ان مفاسد ونقائص کے علاوہ اعدائے اسلام کی یہ بھی سازش ہے کہ مسلمان قرآن وسنت سے دور ہوجائیں۔ ان کا قرآن سے دلی تعلق ختم ہوجائے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب ایک شخص قرآن چھوڑ کر جملہ لغویات کا رخ کرے گا تو وہ لامحالہ قرآن سے دور ہوجائے گا، وہ صرف فلموں کو دیکھنا ہی ثواب سمجھ لے گا۔ اس طرح مسلم معاشرے میں بدعملی پیدا ہوجائے گی۔ ان مفاسد کے علاوہ اور بھی مفاسد ہیں جو فلموں میں نمایاں ہیں۔ یہ یہود ونصاریٰ اور مجوسی النسل قوم کی کارستانی ہے جس کا واحد مقصد سیرت وشخصیت انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسخ کرنا ہے۔

ان مذکورہ بالا مفاسد سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شرعی طور پر انبیاء کرام علیہم السلام اور اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی فلمیں وتصاویر بنانا حرام ہیں۔ جو اس عمل میں ملوث ہیں وہ سخت مجرم ہیں۔

فلموں کے اثبات میں بعض مبطلین کے دلائل اور ان کا جائزہ:

بعض اہل باطل والحاد اور اربابِ رفض وکفران فلموں کے حق میں یہ دعویٰ پیش کرتے ہیں کہ جناب انبیاء ورسل علیہم السلام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فلموں وتصاویر سے ان کا تعارف کروانا مقصود ہے تاکہ عام آدمی آسانی سے پیغمبروں کے بارے معلومات حاصل کرلے۔

یہ دعویٰ سراسر باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام کے واقعات وقصص بیان فرما کر ان کا تعارف کروا دیا ہے جو کافی وشافی ہے۔ کسی ملحد ومبطل کے تعارف کروانے کی ضرورت نہیں ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ﴾ [یوسف:۳]

''ہم آپ پر بہترین واقعات بیان کرتے ہیں، اس وجہ سے کہ ہم نے آپ کی جانب یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام کے واقعات بیان کردیے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کا بیان کرنا کافی نہیں ہے؟ کیا اس سے تعارفِ انبیاء ممکن نہیں ہے؟ یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ

نے انبیاء ورسل علیہم السلام کے قصے بطور عبرت ونصیحت کے بیان کیے ہیں جیسا کہ سورۂ یوسف (آیت نمبر:۱۱۱) میں واضح ہے۔

اس برعکس فلمیں بنانے سے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں واضح کیا گیا ہے کہ اس سے معاشرے پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اسی طرح اہل زیغ وارباب ہویٰ ان فلموں کے بارے یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی فلموں میں دعوتی وتبلیغی مصلحت پنہاں ہے۔ ان فلموں کے دیکھنے سے ناظرین میں مکارم اخلاق اور اچھی اچھی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

یہ نہایت بودی دلیل ہے اور صورت حال یکسر برعکس ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جو حضرات اس قسم کی فلمیں دیکھتے ہیں وہ تغافل شعاری کا شکار ہیں۔ دین اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ نماز اور دیگر ارکانِ اسلام کے قریب تک نہیں جاتے۔ ان کے شب وروز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزرتے ہیں۔

بفرض محال، اگر ان فلموں میں مصلحت ہے تو یہ مصلحت غیر معتبر ہے کیونکہ جن مفاسد کا گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا ہے ان کی موجودگی میں ان فلموں کی تھوڑی بہت مصلحت کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ مسلمہ اصول ہے:

"إن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح."

''یقیناً مصالح وفوائد کے حصول کے مقابلے مفاسد کو دور کرنا زیادہ ضروری ہے۔''

جب یہ بات مقرر ہوچکی کہ ان فلموں کے مزعومہ فوائد ومصالح کے مقابلے میں ان کے منفی پہلو زیادہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہیں تو پھر ان کے حرام ہونے میں کوئی شک باقی نہیں ہے، لہٰذا اہل زیغ کے قیل وقال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ دین اسلام کی نشر واشاعت غیر مشروع ذرائع ووسائل پر موقوف نہیں ہے۔ ذرائع ابلاغ انبیاء کرام علیہم السلام وصحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی سیرت وکردار بغیر تماثیل وتصاویر کے بھی نشر کرسکتے ہیں۔

قرآنِ مجید اور احادیث صحیحہ میں اللہ عزوجل کے پیغمبروں علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وارد شدہ احوالِ زیست میڈیا کے ذریعے بغیر فرضی تماثیل وتصاویر کے بیان کیے جاسکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اگر کوئی مخلص ہوکر حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی سیرت وشخصیت اور ان کی دعوتی وتبلیغی مساعی جمیلہ قرآن وسنت کے دائرے میں رہ کر اُجاگر کرنا چاہے تو اس کے لیے میدان کھلا ہے۔

سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک میں صحیح العقیدہ علماء کرام قرآن وحدیث کی دعوت حقہ میڈیا کے ذریعے اطرافِ عالم میں پہنچا رہے ہیں الحمدللہ۔ انڈیا میں پیس (Peace) ٹی وی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس کے ذریعے دنیا کے چپہ چپہ پر دعوتِ قرآن وحدیث پھیل رہی ہے۔

اللہ ہمیں احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



منیجر ''الاعتصام'' کو صدمہ

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور کے منیجر محمد سلیم چنیوٹی صاحب کے چچا محترم بابا جی محمد ابراہیم صاحب ۵/جنوری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک سادہ طبیعت انسان تھے۔ انھوں نے ۱۰۵ برس کی طویل عمر پائی۔ انھوں نے ازدواجی زندگی اختیار نہیں کی تھی۔ اپنے بھائیوں کی اولاد اور آگے ان کی بھی اولاد سے بڑی محبت وخلوص سے ملتے تھے۔ تمام خاندان کے افراد انھیں بابا جی کہتے تھے اور ان کی دعاؤں سے مستفید ہوتے تھے۔ چند روز علیل رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ قارئین سے مرحوم کی مغفرت وبلندی درجات کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللھم اغفر له وارحمه وادخله جنة الفردوس

(ادارہ)

پند ونصائح

قسط نمبر ①

دین میں اعتدال کی راہ

مولانا محمد خالد سیف

ربّ ذوالجلال والاکرام نے اپنی مخلوقات کے لیے اس کائنات کو بے حد حسین بنایا اور کائنات کی ایک ایک چیز کو ایسے تناسب، اعتدال اور کمال انداز سے ترتیب دیا ہے کہ اس سے بہتر کمال اور جمال کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ اپنی قدرت کے شاہکار آسمان کی طرف اس نے توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍo ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌo﴾ [الملك: ۳،۴]

''اس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے (اے دیکھنے والے!) کیا تُو (اللہ) رحمان کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ! بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔''

شمس وقمر اور لیل ونہار کے نظام کے استحکام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَo﴾ [یسین: ۴۰]

''نہ تو سورج ہی سے ہوسکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

انسان کی توجہ اس کے اپنے وجود کی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَo فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَo﴾ [الانفطار: ۷،۸]

''(یہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضاء کو) ٹھیک کیا اور (تیری قامت کو) معتدل رکھا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔''

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍo﴾ [التین: ۴]

''ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔''

انسان اپنی تخلیق کے جن ارتقائی مراحل کو طے کرکے دنیا میں جلوہ افروز ہوتا ہے، اللہ ربّ ذوالجلال نے قرآنِ مجید میں کئی ایک مقامات پر اسے بیان کرکے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمت بالغہ کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے اور پھر اختصار اور جامعیت کے ساتھ فرمادیا:

﴿وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَo﴾ [الذاریات: ۲۱]

''اور خود تمھارے نفوس میں (بہت سی نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں؟''

الغرض اللہ ربّ العالمین نے اس کائنات کو پیدا فرمایا۔ کائنات کی ہر ہر چیز کو بڑے ہی حسن وجمال، کمال اور اعتدال کے ساتھ پیدا فرمایا اور پھر اس نے اس سارے کارخانۂ قدرت کو حضرتِ انسان کے لیے سجایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الجاثیة: ۱۳]

''اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے (حکم) سے تمھارے کام میں لگا دیا ہے، جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے اس میں (اللہ کی قدرت کی)

نشانیاں ہیں۔''

یعنی اس ساری کائنات کو اس نے انسان کی خدمت ومنفعت کے لیے پیدا کیا جبکہ انسان کو اس نے صرف اور صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [الذاريات: ٥٦]

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

انسان کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ کی عبادت کس طرح کی جاتی ہے، اس لیے اس نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرما کر اپنی طرف سے کتابیں اور صحیفے نازل فرما کر انسان کو اپنی عارضی اور فانی زندگی اپنے ربّ کی عبادت اور بندگی میں بسر کرنے کے ضابطے سکھا دیے، انھی ضابطوں کو ''دین'' کہا جاتا ہے اور اس ''دین'' کا نام ''اسلام'' ہے:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ [آلِ عمران: ١٩]

''دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔''

اللہ احکم الحاکمین نے انسان کو اپنی مادی خواہشوں کی تسکین کے لیے جیسے اس کائنات اور اس میں ودیعت کی گئی بے شمار نعمتوں کو پیدا کیا، اسی طرح اس نے انسان کی روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے دین عطا فرمایا۔ جیسے کائنات کی ایک ایک چیز اپنی جگہ بے حد حسین وجمیل، باکمال وبے مثال اور مضبوط ومستحکم ہے، اسی طرح دین کا ایک ایک حکم اور ضابطہ انسان کی دنیا وآخرت کی ہدایت اور نجات کا مکمل سامان اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین پر چلنے کا نام صراطِ مستقیم ہے، کبھی اسے روشنی قرار دیا گیا ہے، کبھی اسے حیاتِ طیبہ سے موسوم کیا گیا ہے اور کبھی دین کے ضابطوں اور دین کے دستور ومنشور کی کتاب قرآنِ مجید کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا﴾ [الإسراء: ٩]

''یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو، جو نیک عمل کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے اجرعظیم ہے۔''

اب ہم یہاں اپنے قارئین کرام کی توجہ ایک اور اہم بات کی طرف مبذول کرائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کائنات کو، اس کے اندر بسنے والی تمام مخلوقات کو بہت احسن انداز میں پیدا فرمایا ہے جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا۔ مگر انسان کے ازلی وابدی دشمن ابلیس کی یہ خواہش ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوقات مثلاً حیوانوں وغیرہ کے کان چیر دے اور ان کی صورتوں کو بگاڑ دے جیسا کہ اس نے خود دربارِ الٰہی میں سرکشی وبغاوت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾ [النساء: ١١٩]

''اور ان کو گمراہ کرتا اور امیدیں دلاتا رہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور (یہ بھی) کہتا رہوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں، اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔''

شیطان نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ جانوروں کے کان نشانی اور علامت کے طور پر چیر پھاڑ دو اور انھیں بتوں کے نام پر وقف کر دو اور پھر اس نے ان لوگوں سے ان جانوروں کے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام جیسے نام رکھوائے۔ اور ان کے ذہن میں یہ بات ڈال دی تھی کہ اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب جھوٹ اور اس کی ذات پر بہتان ہے۔ اس نے نہ جانوروں کے یہ نام رکھے ہیں، نہ ایسا کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اور نہ اسے تقرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ [المائدة: ۱۰۳]

''اللہ نے نہ تو بحیرہ کچھ چیز بنایا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام بلکہ کافر اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں اور یہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔''

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات سے بڑا پیار ہے۔ وہ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ اس کی بنائی ہوئی صورت کو بدل دیا جائے۔ اس کی بنائی ہوئی صورت میں تبدیلی کرنے سے چیز ویسے بھی بدصورت ہوجاتی ہے۔غور فرمایئے! اگر کسی انسان کی آنکھوں یا کانوں کو ان کی اپنی جگہ سے بدل کر کسی اور جگہ لگا دیا جائے تو کیا حال ہوگا؟ انسان کے دو دو ہاتھ اور پاؤں کے بجائے ایک ایک کر دیا جائے تو کیسی صورت ہوگی؟ یا ان میں اضافہ کر کے تین تین یا چار چار کر دیا جائے تو کیسی شکل ہوگی؟ یا انسان کے چہرے کو آگے کے بجائے پیچھے کی طرف کر دیا جائے تو کیا حال ہوگا؟ کچھ لوگوں کے ساتھ ایسا کیا جائے گا لیکن سزا اور عذاب کے طور پر، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ [النساء: ٤٧]

''اے کتاب والو! قبل اس کے کہ ہم لوگوں کے مونھوں کو بگاڑ کر ان کی پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتے والوں پر کی تھی، ہماری نازل فرمائی ہوئی کتاب پر، جو تمھاری کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے، ایمان لے آؤ اور اللہ نے جو حکم فرمایا سو (سمجھ لو) ہو چکا۔''

اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح یہ بات انتہائی ناپسندیدہ بلکہ قابل نفرت ہے کہ اس کی بنائی ہوئی مخلوق میں تبدیلی کی جائے اور اس کی عطا کردہ صورتوں کو بدل دیا جائے، اس سے کہیں زیادہ اس کے نزدیک ناپسندیدہ اور قابل نفرت بات یہ ہے کہ اس کے دین میں کمی بیشی یا تبدیلی کر دی جائے، اس نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور اسے دین میں غلو قرار دیا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ [النساء: ۱۷۱]

''اے اہل کتاب! اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو، مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ اللہ تھے نہ اللہ کے بیٹے) بلکہ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے۔تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو (کہ اللہ) تین (ہیں، اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ [المائدة: ۷۷]

''کہو کہ اے اہل کتاب! اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور بھی اکثر کو گمراہ کر گئے اور سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔''

غلو کی صراحت کے ساتھ ممانعت تو انھی دو آیاتِ کریمہ میں ہے لیکن اس مفہوم کی قرآنِ مجید میں آیاتِ کریمہ بہت کثرت کے ساتھ ہیں جن میں دین میں غلو سے منع کر دیا گیا ہے، مثلاً ملاحظہ فرمائیں: سورۃ المائدۃ:۲،۷۷، سورۃ التوبۃ: ۳۰، سورۃ الکھف: ۲۸ اور دیگر بہت سی آیات۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دین میں یہ غلو ہے کیا؟ جس سے اس قدر سختی کے ساتھ منع کر دیا گیا ہے۔

غلو کا مفہوم:

غلو کے لغوی معنی تو حد اعتدال سے تجاوز، افراط وتفریط اور کسی کے مقام ومرتبے میں کمی بیشی کرنے کے ہیں، جیسا کہ ائمہ لغت نے صراحت فرمائی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں: الصحاح: ٦/ ٢٤٤٨، المقاییس: ٤/ ٣٨٨، المفردات: ٣٧٥، اللسان: ٥/ ٣٢٩٠، التاج: ٢٠،٢٢، المصباح: ١٧٢)

اور اس کے اصطلاحی معنی بقول علامہ مناوی ''دین میں تعلّب، تشدد اور حد اعتدال سے تجاوز کے ہیں۔'' (التوقیف: ٢٥٣)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دین میں غلو کے معنی افراط وتفریط کے ہیں، جیسا کہ یہودیوں نے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط وتفریط سے کام لیا۔ یہودیوں نے ان کی شان اس قدر گھٹا دی کہ وہ انھیں ایک شریف انسان بھی نہیں سمجھتے تھے اور عیسائیوں نے ان کی شان اس قدر بڑھا دی کہ انھیں انسان کی بجائے اللہ سمجھنا شروع کر دیا۔'' (تفسیر القرطبي: ٦/ ٧٧)

غلو کی انواع واقسام:

غلو کے بارے میں وارد آیات واحادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں غلو کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے چند اقسام کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

عقائد میں غلو:

عقائد میں غلو سے مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ہمیں جن عقائد کی تعلیم دی گئی ہے ان کو چھوڑ کر ہم خود ساختہ عقائد کو اختیار کر لیں۔ خود ساختہ یا انسانوں کے بنائے ہوئے عقائد پر کتنا ہی خوشنما لیبل کیوں نہ لگا دیا جائے، دین وشریعت کے نقطۂ نظر سے وہ عقائد بہر حال باطل قرار پائیں گے، جیسا کہ اہل کتاب نے از راہِ کذب وافترا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ [المائدۃ: ٧٣]

''اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔''

یا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔ یا جیسے یہودیوں نے اس بات کو عقیدے کے طور پر اختیار کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ایک شریف انسان بھی نہیں ہیں (معاذ اللہ)۔ یا جیسے بعض نام کے مسلمانوں نے بھی بعض عظیم شخصیتوں کے بارے میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ ان کو بھی ان تمام صفات سے موصوف قرار دے دیا جو صرف اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کے لیے مخصوص ہیں۔ مشکل کشا اور حاجت روا صرف اللہ کی ذات ہے، نفع ونقصان صرف اسی کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ دعائیں اور فریادیں صرف وہی سنتا ہے، اولاد دینا یا نہ دینا صرف اسی کی مرضی ومشیت پر منحصر ہے۔

الغرض، یہ تمام صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے مخصوص ہیں انھیں غیر اللہ میں تسلیم کیا جائے تو یہ دین میں غلو کی بدترین شکل ہے جسے شرک کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، اور شرک اللہ تعالیٰ کے ہاں نا قابل معافی گناہ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ [النساء: ٤٨]

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔''

افسوس کہ دین میں غلو سے سختی کے ساتھ ممانعت کے باوجود بہت سے مسلمانوں نے بھی دین میں غلو کو اختیار کر لیا، مولانا حالی رحمہ اللہ نے ایسے ہی غالی مسلمانوں کا شکوہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

کرے گر غیر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں

اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پر دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

حاصل مطالعہ

محی الدین ابن عربی صوفی

علامہ علی قاری حنفی کی نظر میں

عبدالرحمن ضیاء حفظہ اللہ

علامہ علی قاری حنفی نے ابن عربی کے نظریات کا اور جو صوفیاء اس کے کلام کی تاویلیں اور توجیہیں کرتے ہیں ان کا خوب ردّ لکھا ہے، چنانچہ انھوں نے اس سلسلے میں "الرد علی القائلین بوحدة الوجود" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کی تحقیق دورِ حاضر کے عظیم محدث علی رضا بن عبداللہ بن علی رضا نے کی ہے۔ کتاب ۱۵۷ صفحات پر مشتمل ہے اور دارالمامون للتراث، دمشق کی جانب سے طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

اس کتاب میں علامہ علی قاری حنفی نے ابن عربی کی کتاب ''فصوص الحکم'' سے چوبیس مقامات سے مختلف نظریات ذکر کیے ہیں، پھر ان کی تردید کی ہے اور ان کی تاویل کرنے والوں کی بھی خوب خبر لی ہے۔ نیز انھوں نے اس وجودی گروہ کی تکفیر پر بہت سے علمائے اسلام کے اقوال نقل کیے ہیں۔ یہ کتاب دراصل ایک سوال کا جواب ہے۔

ہم مذکورہ کتاب کے چند مقامات ذیل میں نقل کریں گے جن میں علامہ علی قاری حنفی نے پہلے ابن عربی کا باطل عقیدہ نقل کیا، پھر اس پر تبصرہ فرمایا، ملاحظہ فرمائیں:

۱: انھوں نے اس کتاب میں وحدۃ الوجود یا اتحاد کو اہل الحاد کا مذہب قرار دیا ہے۔ (ص:۱۳، س:۸)

۲: وجودی فرقے کو اسلامی فرقوں سے خارج قرار دیا ہے۔ (ص:۱۵، س:۷)

۳: تمام اشیائے کائنات باعتبار باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں۔ یہ نظریہ بعض فلاسفہ کا ہے۔ (ص:۱۶، س:۱)

۴: (الف) ابن عربی کے نزدیک جو شخص الوہیت کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ (ص:۳۱، ۳۲)

(ب) جنبی اور حائضہ عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے۔ (ص:۳۲، س:۱)

(ج) کوئی شرم گاہ حرام نہیں۔ (ص:۳۲، س:۱)

(د) یہ عالم (جہان) قدیم ہے۔ (ص:۳۲، س:۲) اور یہ باجماعِ علماء کفر ہے۔ (ص:۴۹، س:۷، ص:۱۷، س:۹)

(ر) ابن ابی کبشہ یعنی رسول اللہ ﷺ نے اہل توحید پر دنیا کا امر تنگ کر دیا ہے۔ (ص:۳۲، س:۲،۳)

(ز) فرعون دنیا سے طاہر و مطہر ہو کر گیا ہے۔ (ص:۸۷، س:۵،۶)

علامہ علی قاری نے ابن عربی کے اس نظریے (ز) کے ردّ کے لیے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "فر العون ممن یدعی إیمان فرعون" ہے۔ (ص:۳۲، س:۴ مع الحاشیہ۔ ص:۳۷، س:۶)

(س) صاحب ریاضت کا ناسوت اللہ تعالیٰ کے لاہوت کے ساتھ مخلوط ہو گیا ہے۔

یہ تو بعینہٖ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ انھوں نے بھی یہ عقیدہ رکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ناسوت اللہ تعالیٰ کے لاہوت میں مل گیا ہے۔ (س:۷ تا ۹۔ ص ۳۸، س اخیر۔ ص:۴۵، س:۶)

۵: ابن عربی کی کتب کا مطالعہ حرام ہے۔ (ص:۹۴ آخری سطر) کیونکہ عقائد مسلمین کے خلاف ہیں یعنی ایمان و تصدیق میں بھی مخالف ہیں۔ (ص:۳۸، س:۲)

۶: نبی ﷺ نبوت کے محل کی چاندی کی ایک اینٹ کی جگہ ہیں اور

ابن عربی کہتے ہیں کہ میں دو اینٹوں کی جگہ ہوں اور وہ بھی باطن میں سونے کی اینٹیں ہیں۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ابن عربی خاتم الاولیاء۔ (ص:٦٠،س:١ تا ٨۔ص:٧٥،٧٦) اور اس میں کفر کی کئی انواع ہیں۔ (ص:٧٦،س:٤)

٧: ابن عربی کا کفر تو ان سے بھی بڑا ہے جنھوں نے کہا تھا:

﴿لن نؤمن حتى نؤتي مثل ما أوتي رسل الله﴾

بلکہ ابن عربی اور ان جیسے لوگ منافق زندیق اور اتحادی ہیں اور یہ لوگ آگ کے نچلے طبقے میں داخل ہوں گے۔ (ص:٦٠ آخری سطر)

٨: انسان کی ذات اور صفت اللہ کی ذات اور صفت ہے۔ یہ صریح کفر ہے۔ (ص:٧٢،س:١٥)

٩: خاتم الرسل والانبیاء اور تمام رسل اور انبیاء وہ خاص علم جو کہ خواص کے ساتھ مختص ہے خاتم الاولیاء کے مشکوٰۃ (سینے) سے اخذ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسول اور نبی اولیاء بھی ہیں۔ اور یہ صریح کفر ہے۔ (ص:١٣٨،س:١۔ص:٧٨،س:٣ تا ٦)

١٠: کافر جہنم میں آخر کار جہنم کے عذاب سے اسی طرح لذت اٹھانے لگ جائیں گے جس طرح کہ اہل جنت جنت کی نعمتوں سے لذت اٹھائیں گے اور یہ صریح کفر ہے۔ (ص:٨٣،س:٨)

١١: ابن عربی کا قول ہے:

"سبحان من أوجد الأشياء وهو عينها."

"پاک ہے وہ اللہ جو اشیاء کا موجد ہے حالانکہ وہ ان اشیاء کا عین ہے۔"

اور یہ صریح کفر ہے۔ (ص:٩٠،س:٤)

اور اس کی کوئی صحیح تاویل نہیں ہے۔

١٢: ابن عربی نے حصرت نوح علیہ السلام پر اعتراض کیا ہے جسے علامہ علی قاری نے کفر ظاہر کیا ہے۔ (ص:١٠٧،س:٤،٥)

١٣: اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا یہ مدعوین کے ساتھ ایک مکر ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دے کر ان سے مکر کیا تو انھوں نے بھی آگے سے مکر کیا۔ کہنے لگے: اپنے الٰہوں کو نہ چھوڑو کیونکہ اگر وہ اپنے معبودوں کو چھوڑ دیتے تو حق سے جاہل ہو جاتے۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں: اس سے زیادہ صریح کفر اور کوئی نہیں۔ (ص:١٠٩،س:٢ تا ٤)

١٤: نوح علیہ السلام کی قوم کے متعلق قرآن میں آیا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کر دیے گئے تھے، پھر آگ میں داخل کر دیے گئے تو انھوں نے اللہ کے علاوہ مددگار نہ پائے۔ (سورۂ نوح:٢٥)

ابن عربی نے کہا ہے کہ وہ اللہ کی معرفت کے سمندروں میں غرق کیے گئے تھے۔ ان کی اللہ کے علاوہ کسی نے مدد نہ کی تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی تھی تو وہ ہمیشہ کے لیے اللہ کی ذات میں ہلاک ہو گئے۔

(ص:١١٠،س:١ تا ٣)

یہ موقف صریحاً قرآن کے خلاف ہے۔

١٥: وہ یعنی اللہ میری عبادت کرتا ہے اور میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔ یہ ظاہراً کفر ہے جیسا کہ اہل صفا پر مخفی نہیں۔

(ص:١١١،س:١٢)

١٦: فرعون کا "أنا ربكم الأعلى" کہنا درست تھا۔ (ص:١٢٦)

انھوں نے ابن عربی کے اس کے علاوہ بھی کئی فاسد عقائد ونظریات اس کتاب میں ذکر کیے ہیں پھر فرماتے ہیں:

وہ یہ ابن عربی کے کفریات کی انواع پر مشتمل کلمات پر وارد ہونے والے اعتراضات میں سے آخری اعتراض ہے اور سب سے بڑا اس کا کفر یہ ہے کہ وہ عینیت کا دعویٰ کرتا ہے یعنی خالق اور مخلوق ایک دوسرے کے عین ہیں۔"

(ص:١٢٦،س:١٥۔ص:١٢٧،س:٧)

ابن عربی کے متعلق علامہ علی قاری نے لکھا ہے کہ وہ خاتم الاولیاء نہیں بلکہ وہ خاتم الاولیاء من الشیاطین الاغبیاء ہے کیونکہ اس کے مذہب کا نقصان دجال کے نقصان سے بھی زیادہ ہے، اور اس کی کتابیں عیسائیوں کی کتابوں سے بھی زیادہ بری ہیں۔

(ص:١٢٨، آخری سطور)

ابن عربی کی کتاب "فصوص الحکم" اور "فتوحات مکیہ" میں یہ

کفریات اور بکواسات ہیں۔ (ص:۱۲۹،س:۷،۸)

بلاشک طائفہ وجودیہ کا کفر زیادہ ظاہر ہے اور اسلامی فرقوں پر ان کا نقصان بہت زیادہ ہے۔ (ص:۱۳۳،س:۱۱،۱۲)

کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ کتاب وسنت کو ترک کر کے اس طائفہ کے کلام کی طرف مائل ہو۔ (ص:۱۳۴،س:۱۱،۱۲)

یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں کہ ابن عربی اولیاء میں سے ہے، اس لیے کہ اس سے اس طرح کے (کفریہ کلمات) صادر ہوئے ہیں۔
(ص:۱۵۳،س:۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری اور ابن عربی کے کسی عقیدت مند اور محبّ کے درمیان رمضان المبارک کے مہینے میں مباہلہ ہوا، اس نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی گمراہ ہے تو مجھ پر اپنی لعنت کردے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی ہدایت پر تھا تو تُو مجھ پر اپنی لعنت کردے۔ (ص:۱۵۴)

اس کے حاشیے میں ہے کہ ابن عربی کا معتقد ذوالقعدہ ۷۹۰ھ میں فوت ہوگیا تھا یعنی مباہلہ کے دو ماہ بعد۔ (دیکھیے تنبيه الغبي إلى تكفير ابن عربي للبرهان البقاعي)

علامہ علی قاری کہتے ہیں:

"جان رکھو! جو کوئی ابن عربی کے عقیدے کے صحیح ہونے کا قائل ومعتقد ہے وہ بالاجماع کافر ہے، اس میں کوئی نزاع نہیں۔ ہاں، اس میں نزاع ہے کہ اس کے کلام کی تاویل کرلی جائے۔"

اور تاویلات کا جواب خود علامہ علی قاری نے دیا ہے۔

علامہ ابن مقری نے کہا ہے:

"جو شخص یہود ونصاریٰ اور ابن عربی کے کفر میں شک کرے تو وہ کافر ہے۔" (ص:۱۵۴، ۱۵۵،س:۱ تا ۵)

ابن عربی کے عقیدے کے حاملین کو سلام کہنا جائز نہیں۔ نہ ہی ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے۔ بلکہ انھیں "وعلیکم" کہہ کر جواب دینا درست ہے کیونکہ یہ یہود ونصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ ان کا حکم مرتدوں والا ہے۔ ان میں کوئی چھینک کے وقت الحمد لله کہے تو اسے يرحمك الله بھی نہیں کہہ سکتے۔ ان میں سے کسی کا جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اگر وہ انھی اعتقادات پر رہیں تو ان کی سابقہ عبادات باطل ہیں۔ حکمرانوں پر ضروری ہے کہ اس طرح کے فاسد نظریات رکھنے والے لوگوں کو جلا دیں کیونکہ یہ پلیدتر ہیں بلکہ یہ ان لوگوں سے بھی زیادہ نجس ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کہتے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو جلا دیا تھا جو انھیں ربّ کہتے تھے۔ اور ان کی کتب کو جلانا بھی واجب ہے۔ اور ہر مسلمان پر، بالخصوص علماء پر، فرض ہے کہ ان کے فاسد عقائد لوگوں پر واضح کریں تاکہ لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔ (ص:۱۵۶)



بقيه: مولانا معين الدين لكهوى

کے بارے استفسار کرتے اور دعائیں دیتے۔ ہر مرتبہ نصیحت کے لیے درخواست کرتا تو فرماتے کہ تین چیزیں پلے باندھو اور ہمیشہ اس پر قائم رہو:

۱۔ جسمانی پاکیزگی اور طہارت کا خیال کرو۔ ۲۔ ہمیشہ سچ بولو، اور نقصان کی پروا نہ کرو۔ ۳۔ اپنا کام پوری دیانت داری کے ساتھ سر انجام دو، اور ذمہ داری کو نبھاؤ۔

مولانا مرحوم بہت خیر خواہ اور مشفق تھے۔ سب کام اخلاص نیت کے ساتھ کرتے۔ محبت اور ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہوتی۔ آپ بہت نرم دل بھی تھے، خصوصاً بیماری کے ایام میں جب بھی عیادت کے لیے گئے تو آبدیدہ ہوجاتے اور استغفار کرتے رہتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ ان کے حسنات قبول فرمائے اور بشری لغزشوں کو معاف فرمائے۔ تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔



زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مولانا محمد یونس عاصم رحمہ اللہ

(شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، اسلام آباد)

کلیم حسین شاہ۔ زین عرفان

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں۔ لیکن بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا صدمہ طویل عرصہ تک خانۂ دل پر نقش رہتا ہے۔ ہفتہ کی شب مؤرخہ ۲۰۱۱/۱۲/۳ کو یہ دلفگار و دلخراش خبر سننے کو ملی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس عاصم دار فنا سے دار بقا کی طرف روانہ ہوگئے۔ رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة.

پہلے پہل تو سماعت نے اس اندوہناک واقعہ کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا، لیکن ﴿لکل أجل کتاب﴾ اور ﴿ولن یؤخر الله نفسا اذا جاء أجلها﴾ کے قانون فطرت کے تحت اس حقیقت کو نمناک آنکھوں اور محزون دل کے ساتھ قبول کرنا ہی پڑا کہ کوئی بشر بھی ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کے ازلی وابدی اصول سے بالا مستثنیٰ نہیں۔ دل میں ابھی تک بے یقینی کی سی کیفیت طاری ہے۔ نمازِ جنازہ کے بعد ان کا چہرہ دیکھا، یوں محسوس ہوا کہ ابھی ابھی آنکھ لگی ہے۔ ان کا تروتازہ چہرہ آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا ہے۔ آپ کے جنازے میں لوگوں کی ایک بڑی جماعت شریک تھی۔

ذیل میں استاد محترم کا سوانحی خاکہ پیش خدمت ہے۔

نام:

محمد یونس عاصم بن محمد ابراہیم

تاریخ پیدائش:

۱۲/ جنوری ۱۹۶۹ء بروز اتوار، بمقام: جوڑی راجگان، ضلع اسلام آباد۔

خاندانی پس منظر:

اجداد میں سے کوئی بزرگ مری (گھوڑا گلی) سے ہجرت کر کے جوڑی راجگان میں آباد ہوئے۔ یہ بزرگ حافظ قرآن تھے، یہی وجہ ہے کہ سارا خاندان دین سے وابستہ ہے۔ مولانا یونس عاصم صاحب کے والد صاحب شروع سے کھیتی باڑی ہی کرتے تھے، البتہ کچھ عرصہ اس کے ساتھ ساتھ کوہِ نور مل (راولپنڈی) میں بھی ملازمت کی۔ آپ رحمہ اللہ کے والد والد محترم کے تین بھائی ہیں، ایک بڑا اور دو چھوٹے، اور بڑے بھائی، یعنی مولانا رحمہ اللہ کے تایا جان، وفات پا چکے ہیں۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم کے بارے میں مولانا محمد یونس عاصم فرماتے ہیں:

''والد محترم ایک مرتبہ مولانا غلام اللہ خان کے مدرسہ تعلیم القرآن کی تقریب دستار بندی میں شریک تھے۔ جب بچوں کی دستار بندی کی گئی تو کہتے ہیں کہ میرے دل سے دعا نکلی کہ اگر اللہ نے مجھے اولاد دی تو ضرور اسے ضرور عالم دین بناؤں گا (اس وقت والد صاحب غیر شادی شدہ تھے) اور میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً میرا حصول علم اور اس مسند (شیخ الحدیث) پر پہنچنا اسی دعا کی قبولیت کا اثر ہے۔

اس وقت والد صاحب دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے مگر میری پرائمری کی تعلیم تک گاؤں کی اہلحدیث مسجد کے امام مولوی شوکت صاحب کی دعوت پر ہم اہلحدیث ہو چکے تھے، لہٰذا پرائمری کے فوراً بعد ہی انتہائی چھوٹی عمر میں مجھے جامعہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی میں داخل

کروا دیا گیا۔"

۱۹۷۹ء میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ اللہ کے فضل سے ۸ سال کے عرصہ تعلیم میں ہمیشہ پہلے نمبر پر ہی آتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ فراغت کے سال تعلیمی دورانیہ مکمل ہونے سے ایک ماہ قبل رئیس الجامعہ مولانا سیّد حبیب الرحمٰن شاہ بخاری رحمہ اللہ نے مادر علمی میں ہی تدریس کی دعوت دے دی جو مولانا یونس صاحب نے نہایت خوشی سے قبول کر لی۔

مروّجہ علوم وفنون کی تکمیل کرتے ہوئے ۱۹۸۶ء میں جامعہ تدریس القرآن (راولپنڈی) سے سند فراغت حاصل کی ۔قال اللہ وقال الرسول کی روشن تعلیمات سے اپنے سینے کو بقعہ نور بنانے کے بعد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ((خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ)) کے مصداق ٹھہرے اور تادم واپسیں علوم دینیہ کی ضوفشانیوں سے ایک عالم کو سیراب ومستنیر کیا۔

اساتذہ:

جن عالی مقام اساتذہ کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علوی، مولانا حافظ عبدالحمید ازہر، مولانا محمد یونس عتیق (باغ، آزاد کشمیر حال مقیم وزیر آباد)، مولانا عبدالقادر اعوان (ڈیرہ اسماعیل خان حال مقیم چوک سرور شہید ضلع مظفر گڑھ)، مولانا محمد انور (فیصل آباد حال مقیم سعودی عرب)، مولانا احمد علی خان (غواڑی، بلتستان)، مولانا محمد مسکین قریشی رحمہ اللہ، مولانا سیّد حبیب الرحمٰن شاہ بخاری رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف رحمہ اللہ (حنفی)، مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ (چونیاں، قصور)۔

تدریس:

اپریل ۱۹۸۷ء میں تدریس شروع کر دی اور مکمل ایک سال پوری دلجمعی کے ساتھ جامعہ تدریس القرآن والحدیث میں پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں یہی مدرسہ ۴؍ مارچ ۱۹۸۸ء میں جب اسلام آباد میں منتقل ہوا تو دو سال تک یہاں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۹۰ء میں اپنے استادِ محترم مولانا حافظ عبدالحمید ازہر اور ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر حفظہما اللہ کے حکم پر جامعہ علوم الاثریہ، جہلم میں تدریس کے لیے چلے گئے۔ ۱۹۹۳ء تک وہاں آخری کلاسوں کے طلبہ کو درسی کتب پڑھاتے رہے۔

۱۹۹۳ء میں ٹیکسلا کی جماعت کے پُرزور اصرار پر یہاں آ گئے۔ جنھیں مولانا یونس صاحب رحمہ اللہ کے والدمحترم کی بھرپور حمایت حاصل تھی۔ یہاں مرکزی جامع مسجد اہلحدیث (ریلوے روڈ) میں محکمہ اوقاف کی طرف سے بطور امام وخطیب متعین رہے اور انفرادی طور پر چند طلباء کو درسی کتب بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۹۵ء میں مولانا یونس صاحب کا تبادلہ مرکزی جامع مسجد اہلحدیث، ۱۹ بلاک، سرگودھا میں ہو گیا۔ وہاں دو سال تک خطابت کے ساتھ ساتھ جامعہ رحمانیہ میں بعض درسی کتب پڑھانے کا بھی موقع ملا۔

۱۹۹۶ء کے آخر میں دوبارہ ٹیکسلا تبادلہ ہوگیا اور ۱۹۹۸ء میں پھر سرگودھا کی مرکزی مسجد میں واپس آ گئے۔ سرگودھا میں دومرتبہ قیام کے دوران طب سے طبعی لگاؤ کی بنا پر طبیہ کالج، سرگودھا میں داخلہ لے کر چار سال کا کورس مکمل کیا اور فاضل طب والجراحت کی ڈگری حاصل کی۔

۲۰۰۱ء میں جامعہ سلفیہ، اسلام آباد کی انتظامیہ نے ڈاکٹر سیّد عبدالغفار شاہ بخاری کو مدیر الجامعہ مقرر کیا تو ان کے اور جماعت کے پُرزور اصرار پر سرگودھا سے محکمہ اوقاف کی ملازمت چھوڑ کر یہاں بطورِ مدیر التعلیم ومدرس فرائض سرانجام دینا شروع کر دئے۔ ایک سال بعد (۲۰۰۲ء میں) صحیح بخاری پڑھانے کی پیش کش کی گئی جو اپنے استادِ محترم مولانا حافظ عبدالحمید ازہر کی اجازت اور دوست احباب کی حوصلہ افزائی سے قبول کر لی۔ ایک سال بعد جماعت نے مولانا زید احمد (لاہور) کو بطور شیخ الحدیث متعین کیا۔ دو سال انھوں نے صحیح بخاری پڑھائی، بعدازاں انھوں نے اپنی ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے جامعہ میں تدریس سے معذرت کرلی اور جامعہ رحمانیہ ماڈل ٹاون لاہور میں پڑھانا شروع کر دیا۔

۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۱ء تک یہ ذمہ داری اللہ کی توفیق اور والدین و اساتذہ کی دعاوں سے مولانا محمد یونس عاصم صاحب رحمہ اللہ ہی سرانجام دیتے رہے۔ تاہم اس دوران پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن صاحب اور

مولانا اسد اللہ افغانی نے ایک ایک سال مولانا یونس صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ صحیح بخاری کی ایک جلد پڑھائی۔ نئے تعلیمی سال (۲۰۱۱ء) کے آغاز میں استادِ محترم کو بعض انتظامی وجوہات کی بنا پر صدر المدرسین کے ساتھ ساتھ مدیر التعلیم بھی مقرر کر دیا گیا تھا۔

تلامذہ:

جامعہ تدریس القرآن والحدیث، جامعہ علوم اثریہ اور جامعہ سلفیہ میں بے شمار طلباء نے آپ سے ابتدائی اور انتہائی کتب پڑھیں۔ چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

مولانا شفیق الرحمٰن شاہین (برطانیہ)، مولانا قاری آفتاب احمد (سابق مدرس جامعہ تدریس القرآن والحدیث، راولپنڈی)، حافظ عبدالباسط فہیم (مدینہ یونیورسٹی کے مرحلہ دکتوراہ میں پڑھ رہے ہیں)، مولانا عتیق الرحمٰن (آف کالا باغ، ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث، ایبٹ آباد)، مولانا محبوب الٰہی توحیدی (آزاد کشمیر)، مولانا مبشر احمد ربانی، شیخ الحدیث مولانا نعیم الحق (ملتان)، مولانا حافظ محمد اسلم شاہدروی، مولانا قطب شاہ (مدرس جامعہ علوم اثریہ، جہلم)، مولانا محفوظ احمد اعوان، (مؤلف الاعوان الناجية في شرح فرائض السراجية)، مولانا حافظ سعید الرحمٰن (خطیب مرکزی جامع مسجد اہلحدیث، ہری پور شہر)، مولانا ابوحفص طاہر کلیم بن مولانا محمد حسین کلیم رحمہ اللہ (خطیب مرکز اہلحدیث سرکلر روڈ، راولپنڈی)

بالآخر حیاتِ جاوداں کی بیالیس (۴۲) بہاریں دیکھ کر موت وحیات کی کشمکش اور نشیب وفراز سے ہوتے ہوئے بروز ہفتہ مؤرخہ ۱۲/۳/۲۰۱۱ء کو راہی عدم ملک بقا ہوئے۔

بروز اتوار استادِ محترم کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں جوڑی راجگان میں ۲:۳۰ بجے ادا کی گئی، جس میں جامعہ کے اساتذہ وطلباء نے شرکت فرمائی۔

نماز جنازہ میں جو چیز خصوصیت کی حامل تھی، جسے دیکھ کر دلی اطمینان اور حقیقی مسرت ہوئی وہ بات یہ تھی کہ علماء، طلباء، متدین اور متقی لوگوں کی کثرت اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ کے اساتذہ کرام میں سے شیخ الحدیث مولانا عبد العزیز علوی حفظہ اللہ اور مولانا حافظ عبد الحمید ازہر حفظہ اللہ بھی موجود تھے۔ ۴ بجے کے قریب استاد مرحوم کو ان کی آخری آرام گاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللهم اغفر له وارحمه، وأدخله جنة الفردوس، وأعذه من فتنة القبر وعذاب النار۔

مولانا یونس صاحب نے پسماندگان میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی، والد محترم، تین بھائی اور بے شمار تلامذہ کو چھوڑا ہے۔ ان کے صاحبزادے محمد انس عاصم نے جامعہ سلفیہ اسلام آباد ہی سے حفظ القرآن کی سند حاصل کی ہے اور اب جامعہ کے سال اوّل میں پڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے والد کا علمی وارث بنائے۔ آمین!

آخر میں قارئین کرام اور دیگر احباب کے لیے بطور اطلاع عرض ہے کہ مجلّہ الجامعۃ السلفیۃ کا خاص نمبر شائع کیا جا رہا ہے جس میں استاد محترم مولانا محمد یونس عاصم رحمہ اللہ کے احوال وکوائف، دینی خدمات اور مساعی جمیلہ کا مفصل تذکرہ کیا جائے گا، اس لیے آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ، تلامذہ، رفقاء اور دیگر احباب سے دردمندانہ اپیل کی جاتی ہے کہ آپ ان کے بارے میں جو معلومات رکھتے ہیں وہ جلد از جلد جامعہ سلفیہ H-8/1 اسلام آباد کے عنوان پر ارسال فرمادیں۔ وجزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء۔



حضرت مولانا محمد یوسف صاحب راجووال کے لیے

دعائے صحت

جامعہ کمالیہ دارالحدیث راجووال ضلع اوکاڑا کے مہتمم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب راجووالوی نقاہت وکمزوری کے باعث صاحب فراش ہیں۔ احبابِ جماعت وقارئین الاعتصام موصوف کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے خصوصی دعائے صحت فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

(محمد سلیم چنیوٹی)

تذکرہ علمائے اہل حدیث

مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ

کچھ یادیں کچھ باتیں

چودھری محمد یٰسین ظفر، پرنسپل جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ اپنے عہد کے ممتاز عالم دین، مفکر دانشور، سیاسی مدبر اور روحانی مرشد تھے۔ راقم کو ان کی قربت کا دعویٰ تو نہیں ہے، البتہ میاں فضل حق مرحوم کی وساطت سے ان سے فیض پانے کا موقع ملتا رہا ہے۔

جامعہ سلفیہ میں دورانِ تعلیم سب سے پہلے مولانا کو قریب سے دیکھنے اور ان کی گفتگو سننے کا موقع ملا۔ میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ آپ بہت بردبار، حلیم الطبع اور متحمل مزاج ہیں۔ جہاں دیدہ، معاملہ فہم اور صاحب بصیرت ہیں۔ ٹھہر ٹھہر کر قدم اٹھانا نہایت متانت اور وقار کے ساتھ چلنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ گفتگو میں ٹھہراؤ اور ایک ایک لفظ کو تول کر بولنے کا معمول تھا۔ عمدہ اور پروقار لباس ان کی نفاست، طہارت اور پاکیزگی کا منہ بولتا ثبوت ہوتا تھا۔ عبادت میں کامل توجہ، انہماک قابل رشک ہوتا۔ ذکر الٰہی اور تسبیح و تہلیل میں مستغرق پرسکون چہرہ قابل دید ہوتا تھا۔

مجلس میں ہوتے تو بہت کم بولتے اور دوسروں کی گفتگو سے محظوظ ہوتے اور تبسم فرماتے۔ مگر ضرورت پر لب کشائی کرتے اور زیر بحث مسئلے کو انتہائی اچھے اسلوب کے ساتھ سمجھا دیتے۔ اپنی گفتگو کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے اور بوقت ضرورت منطقی دلائل بھی دیتے۔

آپ کی زندگی کا اہم اصول یہ تھا کہ بے جا کسی کو امید نہ دلاتے اور نہ ہی آسمان سے تارے توڑ کر لانے کا وعدہ کرتے بلکہ اتنی ہی امید دلاتے تھے جتنی ممکن ہو۔ اور جس کو وہ خود پورا کر سکیں۔ مولانا بہت سریع الفہم، پرعزم اور قوت فیصلہ رکھنے والی شخصیت تھے۔ بڑے تحمل کے ساتھ بات سنتے اور ہمیشہ حق اور سچ کا ساتھ دیتے۔

جامعہ سلفیہ کی تقریبات، کانفرنسوں میں اکثر و بیشتر تشریف لاتے، گفتگو فرماتے اور بڑے وثوق سے اس بات کا اظہار کرتے کہ یہ ادارہ کتاب و سنت کا مرکز ہے جس کا نظام و نصاب مثالی ہونا چاہیے، اس کے لیے قابل عمل تجاویز دیا کرتے۔ آپ وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان کی مجلس تاسیسی میں شامل تھے۔ روزِ اوّل سے وفاق کے سرپرست رہے۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ تمام اجلاسوں میں شرکت کرتے اور الشہادۃ العالمیہ کو ایم۔ اے عربی و اسلامیات کے مساوی کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

جنرل ضیاء الحق نے تمام مسالک کے لیے اسلام آباد میں پلاٹ دیے تاکہ وہ مثالی تعلیمی ادارے تعمیر کر سکیں۔ اس ضمن میں میاں فضل اور مولانا معین الدین لکھوی مرحومین نے باہمی مشاورت سے ۸۔۱۱ سیکٹر میں پلاٹ حاصل کیا اور یہ ارادہ تھا کہ یہاں مثالی تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے گا، اور جہاں اعلیٰ تعلیم کے لیے کلاسیں مخصوص ہیں۔ مزید انھیں بی۔ اے اور ایم۔ اے کرنے کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ اس ضمن میں انھیں چودھری محمد یعقوب مرحوم کی معاونت بھی حاصل رہی۔ اور اس ادارے کا نام بھی جامعہ سلفیہ تجویز ہوا۔ ایک موقع پر بعض افسروں کی ملی بھگت سے اس پلاٹ کی رجسٹری کینسل کر دی گئی لیکن مولانا معین الدین لکھوی اور میاں فضل حق کی کوششوں سے دوبارہ یہ پلاٹ بحال ہوا۔ حالانکہ اس وقت جنرل ضیاء الحق کا نسا بلانکا اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لیے مراکش جا رہے تھے۔ مگر مولانا لکھوی صاحب نے اپنے اثر ورسوخ سے یہ کام کروا دیا۔ مگر افسوس وہ عظیم الشان مقاصد پورے نہ ہوئے جن مقاصد کے

لیے زمین حاصل کی گئی۔

مولانا معین الدین لکھوی بہت ذہین اور معاملہ فہم تھے۔ میاں فضل حق کے ساتھ خاص تعلق تھا اور اکثر وپیشتر میاں صاحب کی رہائش پر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ایک موقع پر میاں فضل حق کے ہاں کسی ضروری کام سے گیا۔ میرے ہمراہ قاری محمد رمضان صاحب بھی تھے۔ میاں صاحب کسی وجہ سے اپنے صاحبزدے میاں نعیم الرحمٰن سے ناراض ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں اب یہاں نہیں رہوں گا۔ ڈرائیور سے کہنے لگے کہ گاڑی نکالو، ہم خوشاب جا رہے ہیں۔ چونکہ وہ سخت ناراض تھے، لہٰذا ہم تو نہ روک سکے، البتہ مولانا لکھوی صاحب، جو پہلے وہاں موجود تھے، نے جب یہ دیکھا کہ معاملہ کافی بگڑ گیا ہے، فوراً باہر آئے اور میاں نعیم الرحمٰن کو بلایا اور میاں فضل حق صاحب کے سامنے انھیں ڈانٹنے لگے اور کہا کہ تمھیں خیال کرنا چاہیے۔ آپ کے والد کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں۔ سارا جہاں ان کا احترام کرتا ہے مگر تمھیں کوئی احساس نہیں۔ چلو آگے بڑھو اور معافی مانگو اور آئندہ کبھی شکایت کا موقع نہ دینا۔ اس طرح میاں فضل حق کا غصہ جاتا رہا اور خوشاب جانے کا پروگرام ختم ہوا۔

جامعہ سلفیہ کی تعمیر نو اور نئی عمارت کے سنگ بنیاد پر ایک عظیم الشان تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں تمام ممتاز علماء ومشائخ اور زعماء وقائدین جماعت کو دعوت دی گئی تھی جس میں مولانا لکھوی مرحوم پیش پیش تھے۔ اس موقع پر انھوں نے خطاب کیا اور اپنے تاثرات رجسٹر پر قلمبند کیے۔ سنگ بنیاد کے موقع پر خصوصی دعا کی۔ یہ ایک مثالی اور یادگار تقریب تھی۔

مولانا معین الدین لکھوی کو جامعہ محمدیہ کے ساتھ گہری محبت تھی۔ اکثر جامعہ سلفیہ میں آتے اور طلباء یا اجتماع میں گفتگو کرتے ہوئے جامعہ محمدیہ کی تاریخ بیان کرتے اور فرماتے کہ یہ قدیم ترین ادارہ ہے جس کی خدمات بے مثال ہیں۔ اور اس موقع پر شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی صاحب اور قاری محمد رمضان صاحب کا نام لیتے اور کہتے کہ یہ جامعہ محمدیہ کے فضلاء ہیں جو جامعہ کے اہم عہدوں پر کام کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامعہ محمدیہ کے لیے مولانا کی خدمات قبول فرمائے اور صدقہ جاریہ بنائے۔

جامعہ سلفیہ میں ۱۹۸۶ء میں ایک عدیم المثال نفاذ شریعت کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کی صدارت مولانا معین الدین لکھوی نے فرمائی تھی، اور مہمان خصوصی عالم اسلام کے ممتاز دانشور امام کعبہ صاحب المعالی ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید تھے۔ موصوف آج کل سپریم جوڈیشنل کونسل سعودی عرب کے چیئرمین ہیں۔ انھوں نے ہی خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جب کہ رات کے اجلاس میں مولانا مرحوم نے تاریخی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا اور شریعت کی خیر وبرکات پر روشنی ڈالی اور کہا کہ پاکستان کی بقا اور سلامتی شریعت کے نفاذ سے وابستہ ہے۔ ورنہ دن بہ دن مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ کانفرنس جامعہ سلفیہ کی تاریخ کا حسین اور یادگار باب ہے۔

مولانا معین الدین لکھوی کی شخصیت بہت مسحور کن تھی۔ کوئی انھیں نہ بھی جانتا ہومگر یہ اندازہ لگانا ذرا مشکل نہ تھا کہ یہ کسی بڑے معتبر اور علمی خاندان کے چشم وچراغ ہیں، نیک اور صالح ہیں، رہبر ورہنما ہیں، عالم باعمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو وقار اور عزت بخشی تھی اور لوگوں کے دلوں میں جس طرح ان کے لیے محبت تھی اس سے بخوبی پتا چلتا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں سے ہیں۔

آپ کا روحانی فیض عام تھا۔ دور دراز سے لوگ آپ کے پاس روحانی علاج کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے اور پورے خلوص اور توجہ سے بات سنتے اور علاج تجویز کرتے۔ اس ضمن میں بڑی فراخی اور دریا دلی کا ثبوت دیتے اور ذرا بھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے۔

مولانا اپنی علالت کے باوجود ملکی اور جماعتی سرگرمیوں اور خبروں سے باخبر رہتے اور اپنی معتبر رائے کا اظہار فرماتے۔ کئی مرتبہ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ انتہائی محبت سے پیش آتے۔ جامعہ سلفیہ کی تعلیمی کارکردگی کے بارے سوال کرتے۔ اساتذہ اور انتظامیہ

(باقی صفحہ نمبر۲۳ پر)

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۳۶ ابوبکر سیف اللہ خالد
خ ۱۹ ت تلاش حق، ص: ۲۰۸۔ تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ، راولپنڈی۔

۲۹۷ء۳۶ امام محمد بن علی شوکانی (مجموعہ ۴ کتب)
ش ۶۷ ح حقیقت تقلید واجتہاد، ص: ۱۲۸۔ نشر السنہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔
۲۔ رسالہ نجاتیہ مع اردو ترجمہ مولانا فاخر زائر الہ آبادی، ص: ۵۶۔ جمعیۃ اہل حدیث، لاہور۔
۳۔ نافع المسلمین، عبدالعزیز بن مولوی غلام رسول، ص: ۱۲۔
۴۔ تحفۃ المحدثین بخدمت صاحبان مقلدین، عبدالرحمٰن، ص: ۲۴، منیجر مسلمان کمپنی، لاہور۔

۲۹۷ء۳۶ ابویوسف عبدالرحمٰن امام الدین سلفی (جمع وترتیب) کمیٹی برائے علمی تحقیقات۔
س سلفیت کا صحیح راستہ، ص: ۱۲۔ مرکز ابن عباس الدراسات السّلفیہ، کراچی۔

۲۹۷ء۳۶ مولوی محمد شفیع
ش ۵۸ د دیوبندی خطبہ صدارت پر تبصرہ، ص: ۲۴۔ محمدی اکیڈمی ناشران اسلامی کتب، منڈی بہاء الدین۔

۲۹۷ء۳۶ ابوالمنہال صغیر احمد شاغف
ش ۱۴۴ ص صراطِ مستقیم اور اختلاف امت بجواب اختلاف امت اور صراطِ مستقیم، ص: ۳۲۴۔ مکتبہ ترجمان دہلی، انڈیا۔

۲۹۷ء۳۶ مولانا صغیر احمد شاغف بہاری
ش ۱۴۴ ص صراطِ مستقیم اور اختلاف امت بجواب اختلاف امت اور صراطِ مستقیم، ص: ۳۲۲۔ ادارہ احیاء السنہ، گوجرانوالہ، پاکستان۔

۲۹۷ء۳۶ حافظ محمد علی صاحب صدیقی کاندھلوی
ص ۶۴۵ ش شاہ ولی اللہ اور تقلید، ص: ۵۶۔ محمد اکرام مالک افتخار انڈسٹری، رنگ پورہ روڈ، سیالکوٹ۔

۲۹۷ء۳۶ مولانا محمد سرفراز خان صفدر
ص ۷۱ م مسئلہ قربانی مع سیف یزدانی، ص: ۷۲۔ ادارہ نشر واشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

۲۹۷ء۳۶ قاری محمد طیب
ط ۹۱ ا اجتہاد اور تقلید، ص: ۱۲۵۔ ادارہ اسلامیات، لاہور۔

۲۹۷ء۳۶ ڈاکٹر ابوعبداللہ محمد ظاہر
ظ ۱۱ ا الدین الخالص فی ردّ تقلید وسوشلزم، ص: ۱۰۶۔ مکتبہ تنظیم علمائے حق، پشاور۔

۲۹۷ء۳۶ حافظ عبدالغنی
ع ۴۶ ا اسلام میں تقلید کی شرعی حیثیت، ص: ۱۶۔ ادارہ کلیۃ القرآن والحدیث، ڈیرہ غازی خان۔

۲۹۷ء۳۶ حافظ عبدالواحد
ع ۵۴ ب البرہان الی طرق الجنان، معروف بہ دعوت فکر نمبر ۲، ص: ۹۳۔ جماعت اہل حدیث، ضلع ایبٹ آباد، ہزارہ۔

۲۹۷ء۳۶ عبیداللہ دہلوی

ع ۲۸ ت	تحفۃ الاخوان، ص: ۲۴۸۔ مطبع فاروقی باہتمام میر محمد معظم۔
۳۶ء ۲۹۷	عبدالقدوس سلفی
ع ۴۸ ت	تقلید کیا ہے؟ (ایک دلچسپ مکالمہ)، ص: ۲۴۔ سلفیہ رائزنگ انجینئرز، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور
۳۶ء ۲۹۷	حافظ عبداللہ محدث روپڑی
ع ۴۸ ت	تقلید اور علمائے دیوبند، ص: ۱۳۶۔ محدث روپڑی اکیڈمی، لاہور۔
۳۶ء ۲۹۷	مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی
ع ۲۷ خ	خاتمہ اختلاف، ص: ۱۱۶۔ المکتبۃ السّلفیہ، لاہور۔
۳۶ء ۲۹۷	مولانا ابوزکی
ز ۵۶ ف	فقہی مسلک کی حقیقت، ص: ۲۳۶۔ دار العلم، اردو بازار، لاہور۔
۳۶ء ۲۹۷	محمد قطب الدین (مجموعہ ۶ کتب)
ق ۶۵۲ ت	۱۔ توقیر الحق، ص: ۱۵۶۔ مطبع احمدے، لاہور۔
	۲۔ فتویٰ شریعتِ غرّا، نمبر اوّل، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مریدوں کی بابت، ص: ۲۰۔ شیخ نبی بخش محمد جان تاجران، وزیر آباد۔
	۳۔ مباحثہ سکندر آباد، ابورحمت حسن، ص: ۲۴۔ النذیر پریس، میرٹھ مین۔
	۴۔ مباحثہ موضع رسول پور، عبدالعلام سیّد محمد اکرم سہوانی، ص: ۳۲۔ النذیر پریس، میرٹھ مین۔
	۵۔ مناظرہ مابین مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی المقران ومولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اہل حدیث، ص: ۴۰۔ بازرسرہان، لاہور۔
	۶۔ رسالہ الہدیٰ، اصغر علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، ص: ۴۱۔ مولوی کرم بخش صاحب، اسلامیہ سٹیم پریس، لاہور۔
۳۶ء ۲۹۷	مولانا محمد شاہ جہان پوری
م ۲۸۱ ا	الارشاد الی سبیل الرشاد، تقلید اور عمل بالحدیث کے مبحث پر مدلل کتاب، ص: ۴۰۴۔ اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، لاہور۔
۳۶ء ۲۹۷	مولانا ملک عبدالعزیز صاحب مناظر ملتانی
م ۱۱۷ ا	استیصال التقلید ودیگر رسائل، ص: ۲۲۴۔ فاروقی کتب خانہ، لاہور۔
۳۶ء ۲۹۷	مولوی سید مہدی
م ۸۷ ت	تقلید اور عمل بالحدیث، ص: ۱۴۰۔ ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء بالجامعۃ السلفیۃ، بنارس، الہند۔
۳۶ء ۲۹۷	مسعود احمد صاحب
م ۶۲۱ ت	تقلید شرک ہے، ص: ۱۶۔ ادارہ مطبوعات اسلامیہ، کراچی۔
۳۶ء ۲۹۷	مولانا محمد جوناگڑھی
م ۲۸۱ ض	ضربِ محمدی، ص: ۱۶۔ ادارہ تبلیغ الاسلام اہل حدیث، جام پور، ضلع راجن پور۔
۳۶ء ۲۹۷	مولانا محمد جوناگڑھی
م ۲۸۱ ط	طریق محمدی، ص: ۲۷۲۔ مکتبہ محمدیہ، چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال۔
۳۶ء ۲۹۷	مولانا منصور علی مراد آبادی
م ۲۷ ف	فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، ص: ۴۵۷۔ مدنی کتب خانہ، گوجرانوالہ۔
۳۶ء ۲۹۷	شاہ ولی اللہ دہلوی
و ۸۶ ف	فقہی اختلافات کی اصلیت، ص: ۱۰۳۔ علماء اکیڈمی، لاہور۔
۳۶ء ۲۹۷	علامہ محمد جوناگڑھی
م ۲۸۱ ک	کیا تقلید شخصی ضروری ہے؟ ص: ۱۶۔ مکتبہ دار القلم المعہد الاسلام السّلفی، بریلی۔

۳۶ء۲۹۷ محمد ادریس ہاشمی

ج۵۷۴ جواب آں غزل، ص: ۲۴۔ مرکزی جامع مسجد امیر المومنین امیر معاویہ، راوی روڈ، لاہور۔

۳۶ء۲۹۷ حافظ صلاح الدین یوسف

ی۷۷ا اہل حدیث اور اہل تقلید، ص: ۸۸۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

۳۶ء۲۹۷ محمد یوسف جے پوری

ی۷۹۴ح حقیقۃ الفقہ، ص: ۲۲۴۔ ادارہ اشاعت دین آف مومن پورہ، بمبئی۔

۳۶ء۲۹۷ مولانا محمد یوسف جے پوری

ی۸۱۴ح حقیقۃ الفقہ، ص: ۲۸۸۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور۔

۳۶ء۲۹۷ مولانا محمد یوسف جے پوری

ی۷۹۴ح حقیقۃ الفقہ، ص: ۳۶۸۔ مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد۔

۳۶ء۲۹۷ محمد یحیٰ گوندلوی

ی۲۱م مقلدین ائمہ کی عدالت میں، ص: ۲۲۳۔ جامع رحمانیہ اہل حدیث، قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ۔

۳۶ء۲۹۷

ج۵۶۴ت تقلید، ص: ۴۰۔ جمعیت اہل حدیث، متھر۔

تاریخ تقلید:

۳۹ء۲۹۷ علامہ ناصر الدین البانی، شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق

ا۶۳۴ا اتباع سنت اور تقلید، ائمہ اربعہ کی نظر میں، ص: ۱۱۳۔ ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء بالجامعۃ السّلفیہ، بنارس۔

۳۹ء۲۹۷ مولانا حافظ محمد اسحاق

ا۳۷۸ف فقہاء سبعہ، ص: ۱۲۳۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور۔

۳۹ء۲۹۷ مولانا محمد اسحاق بھٹی

ا۳۷۸ب برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، ص: ۳۸۴۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

۳۹ء۲۹۷ مولانا حکیم انیس احمد صدیقی

ا۶۷۵م مسلک اعتدال، ص: ۱۴۴۔ صدیقی ٹرسٹ، نسیم پلازا، نشتر روڈ، کراچی۔

۳۹ء۲۹۷ حکیم محمد اشرف (مجموعہ ۴ کتب)

ا۴۵۸ن نتائج التقلید، ص: ۲۱۳۔ دارالاشاعت اشرفیہ، سندھو بلوکی، ضلع لاہور۔

۲۔ مقام اہل حدیث، حکیم محمد اشرف، ص: ۱۶۰ دارالاشاعت اشرفیہ، سندھو بلوکی، ضلع لاہور۔

۳۔ عقیدہ حیات النبی، حکیم محمد اشرف، ص: ۸۰۔ دارالاشاعت اشرفیہ سند بلوکی، ضلع لاہور۔

۴۔ فرقہ وجودیہ کی اصلیت اور پہچان میں شیخ محی الدین جیلانی کا اعلان، مولانا حکیم محمد اشرف، ص: ۲۰۔ محمد اشرف، مفید عام دواخانہ سندھو بلوکی، ضلع لاہور۔

۳۹ء۲۹۷ حکیم محمد اشرف سندھو

ا۴۵۸ت تاریخ التقلید، ص: ۲۳۲۔ دارالاشاعت اشرفیہ، سندھو بلوکی، ضلع لاہور۔

۳۹ء۲۹۷

ج۵۱۵ت التحقیق فی جواب التقلید، ص: ۱۰۴۔ جماعت اہل حدیث، کراچی۔

۳۹ء۲۹۷ علامہ محمد الخضری مرحوم

خ۵۷ت تاریخ فقہ اسلامی، ص: ۴۸۰۔ اسلامی اکادمی، لاہور

۳۹ء۲۹۷ پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری

ع۵۸ت تقلید کے خوفناک نتائج، ص: ۳۹۔ مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد۔

۳۹ء۲۹۷ مولانا عبدالرحمٰن (فاضل دیوبند)

ع۳۴ص صراطِ مستقیم، ص: ۲۵۶۔ الدار السّلفیہ، بمبئی۔

۳۹ء۲۹۷ مولانا شبیر احمد عثمانی (مجموعہ ۲ کتب)

ع ۶۳ ر رسائل ثلاثہ: ا۔ ہدیۃ سکنیہ، ۲۔ تحقیق الخطبہ، ۳۔سجوز الشمس،ص: ۱۱۲۔ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰ انارکلی، لاہور۔

۲۔ مسئلہ تقدیر۔شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، قاری محمد طیب، ص: ۱۶۰۔ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰انارکلی، لاہور۔

۲۹۷ء۳۹ مولانا عبدالاول جون پوری

ع ۲۴۷ ف فقہ سلامی، کتابیات، شخصیات، ص: ۳۰۴۔ مکتبہ غوثیہ ہدایت القرآن، ممتاز آباد، ملتان۔

۲۹۷ء۳۹ مولانا قمر احمد عثمانی

ق ۱۷ ھ ہماری مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ، ص: ۲۸۰۔ ادارہ فکر اسلامی، کراچی۔

۲۹۷ء۳۷ مولانا محمد اشرف علی تھانوی

(۴۵۵ ح حیوۃ المسلمین، ص: ۱۷۶۔ بیگم عائشہ بواتی وقف پوسٹ بکس نمبر ۴۱۷۸، کراچی نمبر۲۔

۲۹۷ء۳۷ محمد ناصرالدین الالبانی

(۶۳۴ م احکام الجنائز، ص: ۲۴۰۔ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

۲۹۷ء۳۷ عبدالرشید ارشد (مجموعہ ۴ کتب)

(۳۵ ن نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں؟ ص: ۱۷۶۔ مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، منٹگمری، لاہور۔

۲۔ کلمۃ الحق، مولانا احتشام الحق تھانوی، ص: ۶۴۔ مکتبہ غزالی جیکب آباد لائن، کراچی نمبر۳۔

۳۔ معراج النبی، ص: ۲۱۔ انجمن خدام الدین، دروازہ شیرانوالہ، لاہور۔

۴۔ نقض الفتویٰ بجواز المروّج فی الدعاء بعد الراتبہ، نقیب احمد الرباطی، ص: ۲۲۔ مدرسہ اشاعت التوحید والسنہ، خہل ریاست، دیر مغربی پاکستان۔

۲۹۷ء۳۸ عبدالعزیز بن باز (مجموعہ ۴ کتب)

ب۱۸۲ات تصویر کشی کی شرعی حیثیت، ص: ۵۶۔ مرکز الدارسات الاسلامیہ، میاں چنوں، ملتان۔

۲۔ بیمہ (انشورنس) کی حیثیت اسلام کی نظر میں، تحقیقات: مولانا عبیداللہ رحمانی صاحب، پروفیسر شیخ محمد ابوزہرہ، مولانا ثناءاللہ امرتسری، ص: ۴۸۔ المکتبۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

۳۔ اسلام اور کمیونزم، صوفی محمد عبدالغنی اصغر، ص: ۶۵۔ اسلامی مشن سنت نگر، لاہور۔

۴۔ اشتراکیت اور سوشلزم، واقعات کے آئینے میں۔ مولانا محمد علی ایم۔ اے قصوری، ص: ۳۱۔ مکتبہ الاعتصام، شیش محل روڈ، لاہور۔

احکام الجنائز:

۲۹۷ء۳۸ عبداللہ بن جاراللہ بن ابراہیم الجاراللہ

ج ۱۳۲ ج جنازہ کے احکام، ص: ۶۴۔ مکتبہ دارالسلام، الریاض

۲۹۷ء۳۸ خالد محمود کیلانی

خ ۱۹ م میت کو غسل، کفن اور دفن کرنے کے احکام، ص: ۵۶۔ مکتبہ دارالحدیث، لاہور۔

۲۹۷ء۳۸ خالد بن یعقوب الشطی

خ ۱۹ م مسلمان کو موت کے بعد فائدہ پہنچانے والے کام، ص: ۳۲۔ مرکز دعوۃ الجالیات، لجنۃ القارۃ الھندیۃ۔

۲۹۷ء۳۸ مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمی

ر۵۱۴ ت التحقیق الحسن فی الاطعام عن المیت بعد الدفن، ص: ۴۶۔ ادارۃ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ، بنارس

۲۹۷ء۳۸ مولانا مفتی محمد صدیق (سرگودھا)

ص ۵۹ ج جنازہ اور متعلقہ مسائل، ص: ۲۴۔ ادارہ تبلیغ جمیعۃ اہل حدیث جام پور، ضلع راجن پور۔

نیا سال

اے نئے سال بتا تجھ میں نیا پن کیا ہے؟
ہر طرف خلق نے کیوں شور مچا رکھا ہے؟
روشنی دن کی وہی تاروں بھری رات وہی
آج ہم کو نظر آتی ہے ہر اک بات وہی
آسماں بدلا ہے افسوس نہ بدلی ہے زمیں
ایک ہندسے کا بدلنا کوئی جدت تو نہیں
اگلے برسوں کی طرح ہوں گے قرینے تیرے
کسے معلوم نہیں بارہ مہینے تیرے
جنوری، فروری، مارچ میں پڑے گی سردی
اپریل، مئی اور جون میں پڑے گی گرمی
تیرا سن دہر میں کچھ پائے گا، کچھ کھوئے گا
اپنی میعاد بسر کرکے چلا جائے گا
تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی، شام نئی
ورنہ اِن آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی
بے سبب دیتے ہیں کیوں لوگ مبارک بادیں
غالبًا بھول گئے وقت کی کڑوی یادیں
تیری آمد سے گھٹی عمر جہاں میں سب کی
فیضؔ نے لکھی ہے یہ نظم نرالے ڈھب کی

(فیض احمد فیضؔ)